بھٹکی راہوں سے واپسی---

عائشہ علی

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بھٹکی راہوں سے واپسی۔۔۔

عائشہ علی

"یار عمیر دے دو پلیز، میں وعدہ کر رہا ہوں، جلد ہی تمہیں لوٹا دوں گا"۔ ریحان نے بے بسی سے عمیر کو کہا۔ بسوں اور ویگنوں پر جتنا خوار ہونے کے بعد وہ عمیر کے گھر آیا تھا، دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب واپس کیسے جائے جبکہ اِس خواری کے دوران ریحان کے کپڑے بھی اِس قدر میلے کُچیلے ہو گئے تھے کہ عمیر اُس کی مِنت پر نہ سہی پر اگر ایک بار اُس کے حلیے پر نظر بھر کے ڈال لیتا تو کم از کم اُس پر ترس کھا ہی لیتا۔

"آخری بار بھی یہی کہا تھا تم نے۔ اب نہیں، مجھے خود کو بھی ضرورت پڑتی ہے یار"۔ عمیر نے ناراض ہوتے ہوئے کہا اور ریحان کو نظر انداز کر کے صوفے پر آرام سے بیٹھ کے اپنا لیپ ٹاپ آن کر دیا۔

عمیر کا رویہ دیکھ کے ریحان بھانپ گیا کہ آج کے بعد سے اُسے عمیر کی جانب سے ہمیشہ کے لیے انکار ہو گیا ہے۔ دلبرداشتہ ہو کے وہ کمرے کے بیرونی دروازے کی جانب بڑھا اور دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن پیچھے سے آئی عمیر کی آواز نے ریحان کو روک دیا۔

"سنو ریحان!"

ریحان نے لٹکتے منہ کے ساتھ عمیر کی جانب دیکھا۔ عمیر نے جیب سے اپنا والٹ نکالا اور مسکرا کے پیسے ریحان کی طرف بڑھا دیے۔ ریحان کے چہرے پر بھی پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی اور اُس نے عمیر کی جانب بڑھتے ہوئے، اپنے ہاتھ بھی آگے بڑھا دیے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ نے پیسے اپنے ہینڈ بیگ میں رکھے اور واپس آ کے اپنی کرسی پر بیٹھ کے مشین چلانے لگی۔ اُس کی عمر تھی تو چالیس سال لیکن حالات کی سختیاں جھیل جھیل کے وہ پچاس سے زیادہ کی لگتی تھی۔ سر پر گو کے چاندی ابھی اتنی زیادہ نہ تھی پر اُوڑھی گئی بڑی سے چادر اُس کو عمر سے زیادہ بڑا دیکھانے کا باعث تھی۔ اُس کے بولنے کا انداز کافی دھیما تھا۔ غصہ اُسے بہت کم آتا تھا۔ اُس نے بہت صبر کے ساتھ حالات کی سختیاں جھیلیں تھیں اور اپنے شوہر عظیم کی وفات کے بعد، کسی پر بوجھ بننے کی بجائے، محنت کر کے اپنے دونوں بچوں کی پرورش خود کر رہی تھی۔

ہمیشہ کی طرح طیبہ تیزی سے کام کر رہی تھی لیکن آج وہ کچھ زیادہ ہی تیز ہاتھ چلا رہی تھی کیونکہ چُھٹی کا وقت ہو رہا تھا اور ابھی ایک شرٹ سینا باقی تھی مزید یہ بھی کہ کل آرڈر روانہ ہونا تھا پر اِس ٹینشن کی وجہ سے اُس سے بار بار غلط ٹانکہ لگ رہا تھا۔ ابھی طیبہ، غلط لگا ٹانکہ اُدھیڑ ہی رہی تھی کہ بوتیک کی مینیجر اُس کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔

"طیبہ بوتیک بند کرنا ہے۔ آپ پیک اپ کر لیں"

"پردانیہ میری صرف ایک شرٹ باقی ہیں۔ بس دس منٹ دے دو" طیبہ نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ صبح جلدی آ جانا۔ ہم بھی آٹھ بجے آ رہے ہیں۔ آرڈر جتنی دیر میں پیک ہو گا، آپکی شرٹ تیار ہو جائے گی" مینیجر دانیہ آج بھی شائستہ انداز میں مسکراتے ہوئے بات کر رہی تھی اور اُس کی اِس بات پر طیبہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ لوٹ آئی۔

"بس یہ ذرا فینسی شرٹس سلنے میں تھوڑا ٹائم لیتی ہیں" کہتے ہوئی طیبہ اپنی کرسی سے اُٹھی اور سامان سمیٹنے لگی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار ٹی۔وی لاونج کے صوفے پے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا ہوا تھا۔اُس کے نام کی طرح اُس کی شخصیت کا وقار بھی کافی زیادہ تھا جبکہ سوٹ بوٹ اور ٹائی اُس کے رُعب کو مزید بڑھاتے تھے۔

جلا ہوا سِگار اُس کے ایک ہاتھ میں تھا اور دوسرے ہاتھ میں وہ ٹی۔وی کا ریموٹ تھامے چینلز تبدیل کر رہا تھا۔اِسی اثناء میں زوہیب ٹی۔وی لاونج میں داخل ہوا اور اُسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔رضاوقار نے بنا کسی تاثر ،تیزی سے گزرتے ہوئے زوہیب کو بلند آواز کہا۔

"ہم کل پاکستان جا رہے ہیں"۔یہ سنتے ہی کمرے میں جاتا زوہیب رُک گیا اور بے یقینی کے عالم میں اُس نے رضاوقار سے پوچھا۔

"ہم!! کیا مطلب؟"

"یہ تو تم جانتے ہو کہ تمھاری ماں بہت بیمار ہے اور اِس وقت اُسے ہماری ضرورت ہے "رضاوقار نے سِگار کا کش لگاتے ہوئے کہا جبکہ رضاوقار کی اِس بات سے زوہیب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔

"او،تو یہ بات ہے۔پاپا آپ یہ کلئیر کر سکتے ہیں کہ اِس وقت مما کو ہماری ضرورت ہے یا آپ کو اُن کی فیکٹری اور پراپرٹی کی؟"

زوہیب کی یہ بات سن کر اب رضاوقار تھوڑا خفا ہو گیا اور سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

"تم بات کو غلط لے رہے ہو۔میرے پاس already سب کچھ ہے اور تم یہ جانتے ہو۔واقعی تمھاری ماں کو ہماری ضرورت ہے۔ڈاکٹرز نے لاسٹ سٹیج declear کر دی ہے" ۔

"یہ میں جانتا ہوں کہ اُن کی حالت کیا ہے۔اِس لیے پوچھ رہا ہوں کہ وہاں کس چیز کو ہماری ضرورت ہے؟"زوہیب کا طنز عروج پے تھا۔اُس کی اکڑ دیکھ کے رضاوقار نے صوفے کی پشت پر ٹیک لگا لی اور اپنا سگار بجھاتے ہوئے اُس سے دوبارہ مخاطب ہوا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مانا کے میں نے تمھاری ماں کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہیں لیکن میں اُس سے اب معافی مانگنا چاہتا ہوں" یہ کہ کے رضاوقار پریشانی کے عالم میں نیا۔گار جلانے لگے۔

"well اگر آپ کو پاکستان جانا ہے،تو آپ جایں۔ میں نہیں سمجھتا کہ میرا وہاں جانا اتنا اہم ہے جتنا کہ آپ کا" ۔زوہیب نے آخری بات بہت زور دے کے اور زبان پس کے کہی تھی اور اِس سے پہلے کے رضاوقار کچھ اور کہتا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔جس سے رضاوقار جان گیا کہ وہ اب مزید کچھ سننے کے موڈ میں نہیں ہے اور اپنا فیصلہ سنا گیا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"آج سارا دن تم نے اپنے کمرے میں ہی گزار دیا۔ خیر تو ہے ناں!! کوئی پریشانی ہے؟" یہ کہتے ہوئے طیبہ، نائلہ کے بیڈ پر اُس کے پاس بیٹھ گئی۔

" کچھ نہیں مما، بس ویسے ہی" لیٹی ہوئی نائلہ اُٹھ کے بیٹھ گئی اور اپنے بال باندھتے ہوئے بولی۔

نائلہ کا سارا کمرہ پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ پینٹنگز بھی جن کو نائلہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ کمرہ تھا ہی کتنا!! کمرے کے ایک کونے کے ساتھ سنگل بیڈ لگا ہوا تھا جس کے قریب بائیں طرف ایک میز تھا۔ اُس میز پر نائلہ نے اپنی بہت سی کتابیں اور سنگار کا مختصر سا سامان رکھا ہوا تھا۔ بیڈ کے پائینتی طرف ایک چھوٹی سی الماری، جو کہ کمرے کے دروازے کے بلکل سامنے تھی اور اُسی الماری کے ساتھ نائلہ نے پینٹنگ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ جہاں زمین پر بیٹھ کے وہ فارغ اوقات میں گھر کے لیے پینٹنگز بنایا کرتی تھی۔ اُس نے گھر کی سب دیواروں کو اپنی بنائی گئی خوبصورت پینٹنگز سے بھر دیا تھا اور باہر سے آنے والا ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ یہ پینٹنگز خرید کے لگائی گئی ہیں۔

" کوئی تو ایسی بات ہے ورنہ تم اتنی سست نہیں ہوتی"۔ طیبہ نے نائلہ کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا، جیسے وہ اُس کی کوئی چوری پکڑنا چاہ رہی تھی۔

"بس ایسے ہی مما۔ کالج کا کام کافی زیادہ ہے آجکل۔ ایک ہی چھٹی کا دن ہوتا ہے۔ اِس لیے سوچا کُھل کے ریسٹ کروں، آگے پھر سارا ہفتہ کام ہی کام" نائلہ نے مسکراتے ہوئے طیبہ کے ذہن میں اُبھرنے والے غائنانہ وسوسوں کا جواب دیا۔

"اچھا چلو اُٹھو پھر، کھانا تیار ہے، جلدی سے منہ ہاتھ دھو کے آجاو صحن میں، میں کھانا لگا رہی ہوں" طیبہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا، آرہی" نائلہ نے پھیکی سے مسکراہٹ سے باہر کی جانب جاتی طیبہ کو کہا اور سوچنے لگی۔

"مما، کیسے آپ کو بتاوں کہ۔۔۔"۔ اتنے میں دروازے کے قریب پہنچ کے طیبہ کو یاد آیا اور وہ یک دم

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مُڑی۔

"میری تنخواہ آگئی ہے آج جا کے رنگ لے آنا اور ریحان کو کال کر کے پوچھو کہاں رہ گیا ہے؟ "

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شام کا وقت تھا۔ ریحان، میوزک ڈائریکٹر، اسد کے سٹوڈیو میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا وہ اپنے گانے یہی سے ریکارڈ کر رہا تھا۔ اسد کے اِس چھوٹے سے سٹوڈیو میں ہر جگہ میوزک انسٹرومینٹس کا رش لگا ہوا تھا۔ تین کرسیوں کے علاوہ ایک جو صوفہ تھا، اُس پر بھی دو گٹار زپڑے ہوئے تھے۔

ریحان اپنے گُھٹنوں پر بازو اَڑا کے ہاتھوں سے سر تھامے، کمپیوٹر کے پاس، کرسی پر بیٹھا پوری توجہ سے اپنا گانا سن رہا تھا، جس کی ریکارڈنگ ابھی مکمل ہوئی تھی۔ گانا ختم ہونے پر اسد نے ریحان کو تھوڑا پریشان پایا تو پوچھا۔

" کیا ہوا گانا پسند نہیں آیا؟"

"امم م م۔۔نہیں۔۔آئی مین گانا تو اچھا ہے" ریحان نے کرسی کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"اِن فیکٹ کئی بار سننے کے بعد بھی کوئی flaw نظر نہیں آیا پر میں سوچ رہا ہوں کہ میں اب اِس کا کروں گا کیا؟؟"۔اُس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔

" کرنا کیا ہے۔ویڈیو بناو اور چینلز پر دو" اسد نے لاپرواہی سے کمپیوٹر کی طرف ہوتے ہوئے ریحان کو مشورہ دیا جو کہ ریحان کو مشورہ کم اور خرچہ زیادہ لگا۔ اور اُس نے پریشان شکل کے ساتھ اِس بات کا اظہار بھی کر دیا۔

"لیکن اسد اُس کے لیے اچھے خاصے پیسے چاہیے۔آگے ہی میں گٹار لینے کے لیے عمیر سے پیسے لے چکا ہوں اور تم سے ادھار ریکارڈنگ کروا رہا ہوں"۔

اسد دوبارہ ریحان کی جانب متوجہ ہو گیا اور سوچتے ہوئے بولا۔

"یا تو ویڈیو کے لیے بھی ادھار پیسے لے لو کسی سے یا پھر اپنی البم مکمل کرو تب تک تمھارے پاس ایک ویڈیو بنانے کے پیسے بھی جمع ہو جائیں گے پھر ایک ویڈیو اور البم ساتھ لانچ کر دینا"

"تمھاری دوسری آپشن گڈ ہے پر میں البم تم سے تیار کرواں گا اور قسطوں میں پیسے ادا کرتا رہوں گا"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

ریحان نے انٹر کے بعد یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لیا تھا۔وجہ تھی اُس کا میوزک اور اپنی کلاس فیلو ماریہ میں انٹرسٹ۔ ماریہ شہر کے ایک مشہور بزنس مین کی بیٹی تھی اور ماڈلنگ کرتی تھی جبکہ ریحان اُس سے کالج کے دِنوں میں کئی بار دوستی کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن ماریہ کے رویے نے اُسے باور کرادیا تھا کہ نہ تو اُس کے پاس پیسہ ہے نہ کوئی مقام۔ دوسری طرف میوزک ریحان کا شوق تو تھا ہی۔ اُسے ٹی۔وی پر پرفارم کرنے والے بینڈز بہت پسند تھے اور وہ بھی ہمیشہ اُن جیسا بننا چاہتا تھا۔بس پھر اُس کے اِس شوق کو اُس وقت مزید ہوا ملی جب اُس کو احساس ہوا کہ میوزک میں نہ صرف پیسہ ہے بلکہ فیم اور مختلف ملکوں کے دورے بھی۔سو ریحان نے یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی بجائے کرلیا میوزک دائریکٹر اسد کے سٹوڈیو کا رُخ۔اسد شہر کا ایک جانا مانا میوزک ڈائریکٹر تھا اور اُس کی اچھی بات یہ تھی کہ وہ نئے آنے والے گلوکاروں سے پیسے بہت کم لیتا تھا۔ ریحان کے دوست سعد نے اُسکی اسد سے جان پہچان کروائی تھی۔ ریحان کو امید تھی کہ جب وہ مشہور ہو جائے گا تو نہ صرف ماریہ کے قریب جا سکے گا بلکہ اُس کے گھر کے حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔

اِس سے پہلے کے اسد، ریحان سے کچھ کہتا، دروازہ بجا اور ایک دم کُھل گیا۔ باہر سے اندر داخل ہونے والا عمیر تھا۔ جسے دیکھ کے ریحان خوشی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"اوئے تم یہاں!!!"

عمیر، ریحان کا کلاس فیلو تھا اور ایک گلوکار بھی اور اب تک دو میوزک ویڈیوز بھی ریلیز کر چکا تھا، جو کہ کافی ہٹ ہوئے تھے۔

عمیر مسکراہٹ کے ساتھ ریحان کے گلے ملتے ہوئے بولا "میں بھی اب اسد کا کلائنٹ بن گیا ہوں اور اپنے نئے گانے اسد سے ہی ریکارڈ کرواوں گا۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور پھر عمیر ،اسد سے گلے ملنے لگا۔ ملنے ملانے کے بعد اسد اور ریحان اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان ہو گئے اور عمیر نے پاس پڑے صوفے سے گٹار اُٹھا کے سائیڈ پر رکھی اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اور کیا چل رہا ہے؟" عمیر نے صوفے پر بیٹھ کے پوچھا۔

"بس ،آج ریحان کا گانا پورا ہوا ہے"۔اسد نے ریحان اور پھر عمیر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"زبردست۔اور اب کیا سین ؟ویڈیو بناو گے؟"عمیر نے ریحان کی طرف دیکھ کے پوچھا۔

"نہیں البم کے ساتھ ویڈیو لانچ" ریحان کے اتنا کہتے ساتھ ہی اُس کا فون بج اُٹھا۔ابھی وہ شاید تھوڑی دیر اور بیٹھتا مگر اُس کی والدہ کال کر رہی تھیں ۔اِس لئے وہ فون ہاتھ میں لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"او۔کے بھئی۔میں اب چلتا ہوں۔گھر سے فون آرہا ہے"۔یہ کہ کے ریحان دروازے کی طرف بڑھا اور اُس نے دروازہ کھولتے ہوئے فون ریسو کرلیا۔

"ہیلو"۔۔۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شام کا وقت تھا۔ رضا وقار اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ لیمپ کی مدہم روشنی میں اُس کا دماغ کافی تیز چل رہا تھا۔ نہ صرف اُس کا دماغ بلکہ سگار والا ہاتھ بھی۔ وہ جلدی جلدی کش بھر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ زوہیب کو کیسے اپنے ساتھ جانے پر راضی کرے کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اگر زوہیب ساتھ جائے گا تو ہی عریشہ کی ممتا جاگے گی، اُس کا دل موم ہو جائے گا اور وہ اپنا فیصلہ بدل لے گی۔

رضا وقار ابھی اِس سوچوں میں گم ہی تھا کہ اُس کا فون بجا، فون اُس کی سیکٹری کا تھا۔ جس سے اُسے احساس ہوا کہ کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ کا ٹائم ہو رہا ہے۔ اُس نے فون کاٹا اور باہر جانے کی غرض سے جلدی سے کوٹ پہن کے کمرے سے نکلا۔ وہ ٹی۔ وی لاونج تک پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ زوہیب کھانا کھا رہا تھا اور ساتھ ٹی۔ وی دیکھ رہا تھا۔

رضا وقار کو اندازہ تھا کہ زوہیب نہیں مانے گا لیکن وہ پھر بھی ایک ناکام کوشش کی غرض سے اُس کے پاس جا کے بیٹھ گیا اور یوں آدھے گھنٹے کی بحث اور ایموشنل بلیک میلنگ سے رضا وقار اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گیا، جس کی کہ اُسے امید بھی نہ تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ریکوری کا کوئی چانس نہیں ؟" رضاوقار اور زوہیب، ملک کے بہت بڑے ہسپتال میں senior surgical oncologist، ڈاکٹر جاوید اسلم کے کمرے میں بیٹھے تھے اور آجکل یہیں عریشہ کے کینسر کا علاج چل رہا تھا۔

"آپ کی وائف کی disease بہت دیر سے diagnose ہوئی ہے۔ٹریٹمنٹ تو چل رہا ہے پر صرف سانسیں بچانے کے لیے۔بس آپ کو دعا کے لیے ہی کہا جاسکتا ہے۔باقی اللہ جانتا ہے کہ کس کو کتنا جینا ہے" ڈاکٹر کی اِس بات پر رضاوقار مزید پریشان ہوگیا۔

"مجھے معلوم ہے پاپا، آپ مما کی حالت نہیں بلکہ اُن کے اساسوں کی وجہ سے پریشان ہیں جو وہ وصیت میں ٹرسٹ کے نام کرنے والی ہیں اور اب، آپ کے پاس کاروائی کے لئے دن بہت کم رہ گئے ہیں۔" زوہیب نے رضاوقار کی جانب طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

زوہیب نے بچپن میں اپنے ماں باپ کو لڑتے ہی دیکھا تھا۔رضاوقار امیر باپ کی اولاد تھے اور انھیں ہر وقت اپنے سٹیٹس کی فکر رہتی تھی جبکہ عریشہ لاکھ کوششوں کے باوجود اُن کے معیار پر پورا نہیں اُتر رہی تھی۔ روز کے جھگڑوں کے باعث زوہیب ہر وقت سہما ہوا رہتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس نے کمپرومائز کرنا سیکھ لیا تھا۔ماں باپ کے درمیان کیوں لڑائیاں ہوتی ہیں اُس نے یہ سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔روز کے جھگڑوں سے اُس پر یہ اثر پڑا کہ نہ اُسے ماں سے محبت رہی اور نہ ہی باپ کا لحاظ اور وہ تھوڑا بڑا ہوا تو دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ جب زوہیب سے پوچھا گیا کہ وہ کس کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو اُس نے باپ کا انتخاب کیا کیونکہ رضاوقار اُسے سٹیٹس لے جا رہے تھے اور زوہیب کو وہ، یہ بات سیکھا چکے تھے کہ اگر وہ یہاں رہا تو اُسے اپنی ماں کے ساتھ در در کے دھکے کھانا ہونگے پر بعد میں حالات کافی بدل گئے۔عریشہ کو تو اُس کے صبر اور محنت کا اچھا پھل ملا۔اُس کے سلائیاں کڑھائیاں کر کر کے بوتیک، آفس اور پھر فیکٹری بنائی پر رضاوقار کچھ خاص ترقی نہ کر پایا جیسی کہ اُس نے سوچ رکھی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" کیا میں عریشہ سے مل سکتا ہوں؟" رضاوقار نے ڈاکٹر جاوید اسلم سے پوچھا۔ جس پر اُنھوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے میز پر پڑے فون کا ریسور اُٹھالیا اور ایک مختصر سا نمبر ڈائل کیا۔ کال فوراً اُٹھالی گئی۔

"شائلہ آپ میرے کمرے میں آیں۔ یہاں رضاوقار بیٹھے ہیں۔ اُنھیں آپ روم نمبر 56 میں لے جائیں۔" یہ کہ کے ڈاکٹر جاوید اسلم نے فون کا ریسور رکھ دیا اور ایک پیپر پر لکھنے لگے۔ ساتھ ہی رضاوقار سے مخاطب ہوئے۔

" کچھ میڈیسنز لکھ رہا ہوں۔ آپ وہ آج منگوا لیجئے گا" ڈاکٹر جاوید ابھی لکھ ہی رہے تھے کہ نرس آگئی۔ ڈاکٹر جاوید اسلم نے پیپر رضاوقار کی جانب بڑھادیا اور وہ شکریہ کے ساتھ پیپر ہاتھ میں لیے، نرس کے ساتھ چل دیا۔

رضاوقار اور زوہیب، نرس کے ساتھ عریشہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ عریشہ سو رہی تھی اور اُس کے پاس لگی بہت سی مشینیں چل رہی تھیں۔ آج زوہیب کو اپنی ماں پر ویسے ہی ترس آیا، جیسے سترہ سال پہلے آیا تھا۔ رضاوقار بیڈ کے پاس پڑے صوفے پر جبکہ زوہیب، عریشہ کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا اور عریشہ کو دیکھنے لگا۔ عریشہ کے سر سے سارے بال تقریباً اتر چکے تھے اور رنگت میں پیلاہٹ بھی واضح تھی۔

ماں کو اِس حال میں دیکھ کے زوہیب کا سارا غصہ نہ جانے کہاں غائب ہوگیا۔

" پتہ نہیں میری ماں نے یہ سترہ سال کیسے گزارے ہونگے، مجھے کتنا یاد کیا ہوگا" زوہیب نے غور سے عریشہ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ اُس سے اپنی ماں کی یہ حالت مزید نہ دیکھی جارہی تھی، اِس لیے وہ اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ ہسپتال کی مین لابی کراس کرتے تک زوہیب کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے اور وہ باہر جا کے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پارکنگ کے لیے جگہ نہ ملنے پر ماریہ کا غصہ عروج پر پہنچ گیا

" کلاسیس لینے تو کوئی نہیں آتا، منحوس سب فیرویل پر منہ اُٹھا کے آ گئے ہیں"۔ کچھ دیر کی خواری کے بعد ماریہ کو پارکنگ کی جگہ مل ہی گئی۔ صاف گندمی رنگ، بڑی بڑی گول آنکھیں، نرم و نازک ہاتھ پاوں، پتلی سی کمر اوپر سے خدا نے اُسے قاتل مسکراہٹ سے نوازا تھا۔ ماریہ کو اپنی شخصیت پر ناز نہیں بلکہ کافی غرور تھا۔ وہ زیادہ لڑکوں کو اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیتی تھی۔ ہر وقت بھاو دیکھاتی تھی، اُس جگہ بھی جہاں ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

جلدی سے کار پارک کر کے وہ کالج کے مین گیٹ کی جانب بھاگی اور چند لمحوں میں وہ آڈیٹاریم کے باہر تھی لیکن جب اندر داخل ہوئی تو پلے "ڈوربیل" کی کاسٹ کو خدا حافظ کہا جا رہا تھا۔

"او، نو، میں نے مدیحہ کا پلے مس کر دیا" ماریہ نے بے بسی کے عالم میں خود کلامی کی۔ اُس نے اپنی دوست مدیحہ کے پلے کی ساری ریہرسلز دیکھی تھیں اِس لیے بھی اُسے پلے نہ دیکھنے کا بہت زیادہ افسوس ہو رہا تھا۔ ماریہ باہر نکلنے ہی والی تھی کہ اُسے مدیحہ کا میسج آ گیا۔

"میں تمھیں آڈیٹاریم کی لاسٹ رو میں ملوں گی۔ میرے موبائل کی بیٹری ختم ہو رہی"۔ میسج پڑھ کے ماریہ نے باہر جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور آخری رو کی جانب بڑھنے لگی۔ جب تک وہ لاسٹ رو میں گئی اگلا پرفارمر سٹیج پر آ گیا تھا اور ماریہ نے اُسے دیکھا تو وہ حیران رہ گئی۔

"یہ تو اب یہاں کا سٹوڈنٹ نہیں تو پرفارم کرنے کیسے آیا ہے"، ماریہ کی اِسی حیرانگی کے دوران ریحان سامعین سے مخاطب ہوا۔

"ہیلو۔ میں ریحان ہوں۔ کچھ لوگ مجھے جانتے ہونگے کچھ کے لیے میں انجان ہوں کیونکہ میں اب یہاں کا سٹوڈنٹ نہیں ہوں لیکن میں اپنے پرنسپل صاحب سر تیمور رزاق کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنھوں نے مجھے اپنا فرسٹ سانگ، فرسٹ ٹائم اپنے کالج میں پرفارم کرنے کا موقع دیا۔ جہاں میں نے اپنی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زندگی کا کافی قیمتی وقت گزارا ہے۔آ ہوپ یو وِل لائک اِٹ"۔ساتھ ہی ریحان نے گانا گانا شروع کر دیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گانا سنتے ہی عمیر حیران رہ گیا۔عمیر سٹوڈیو آیا تو اپنے گانے کی ریکارڈنگ کے لیے تھا لیکن باتوں باتوں میں جب ریحان کا ذکر ہوا تو ایسے ہی اسد اُسے ریحان کا گانا سنانے بیٹھ گیا تھا۔

"یہ گانا واقعی ریحان نے گایا ہے اور تم نے بنایا ہے؟" عمیر نے حیرت کے عالم میں اسد سے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں کیا ہوا؟" اسد جو کہ گٹار پکڑے کمپیوٹر کے پاس بیٹھا تھا، نے عمیر کو حیران پایا تو پوچھا۔

"یار یہ گانا میں نے گانا ہے"۔عمیر نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ میز پر رکھ کے اپنی جیب سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ گانا تو ریحان کا ہے۔ میں نے تو تمھیں ریفرنس اور فیڈ بیک کے لیے سنایا تھا"۔اسد نے سنجیدگی سے کہا اور گٹار سائیڈ پر رکھ کے میز پر سے اپنا کپ پکڑ لیا۔۔

"اُس نے تمھیں اِس گانے کے لیے کتنا پے کیا ہے؟" عمیر سگریٹ لگا چکا تھا اور اب کرسی کی پشت پر آرام سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا تھا۔

"پے تو نہیں کیا ابھی۔ پر میں۔۔۔"اِس سے پہلے کے اسد کچھ اور کہتا، عمیر نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"تو بس پھر، تم اِس گانے کو ڈیمو سمجھو۔ میں تمھیں اِس گانے کا ڈبل پے کروں گا"۔عمیر نے پُرسکون لہجے میں کہا اور ساتھ ہی وہ سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

عمیر کھاتے پیتے گھرانے کا تھا اور اُسے پیسوں کا کوئی مسلہ نہ تھا اور یہ بات اسد بھی بہت اچھی طرح جانتا تھا مگر اسد اِس سوچ میں پڑ گیا کہ وہ ریحان کو کیا کہے گا۔ اسد تو یہ بات صرف سوچ رہا تھا مگر عمیر نے اُس کے ذہن سے ہی پکڑ لی اور اُس کا لٹکا منہ دیکھ کے اپنی بات جاری کی۔

"دیکھو اُس نے تمھارے پیسے بھی دینے ہیں اور میرے بھی۔ اِس لیے وہ کچھ نہیں کہے گا اور اب تمھیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں تمھیں ڈبل پے کر رہا ہوں"۔

عمیر کو مطمین پا کے اسد نے بھی ایک لمبی سانس لی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"او۔کے done ہے"۔

اسد کی اِس بات پر عمیر فاتحانہ انداز میں مسکرا دیا۔اُس نے عیش ٹرے میں اپنی سگریٹ بجھائی اور آگے ہو کے بیٹھتے ہوئے اسد سے مخاطب ہوا۔

"چلو پھر ریکارڈنگ شروع کریں؟"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ چُپ چاپ کالج کے گراونڈ میں زمین پر بیٹھی کسی سوچ میں ڈوبی بیٹھی ہوئی تھی۔سفید کالج یونفارم، گس کے پونی ٹیل، بھاری بھرکم بیگ کے باوجود اُس کے آگے دو، تین کتابیں پڑی تھیں۔اُسے دیکھ کے ہمیشہ سے ایسے لگتا تھا کہ شہر بھر کی کتابیں خریدنے کا ٹھیکہ صرف اُسی نے لے رکھا ہے یا پھر اُسے چلتی پھرتی لائبریری کہا جائے تو یہ بھی غلط نہ ہوگا کیونکہ جس کو، جس بھی کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تھی وہ سیدھا نائلہ کے پاس ہی آتا تھا اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ نائلہ کے پاس مطلوبہ کتاب نہ ہو لیکن اب حالات تھوڑے بدلتے نظر آرہے تھے۔جس کی وجہ تھی کالج کی ایک دم بڑھنے والی فیس اور اُس کے لیے نائلہ رات دن، جیسے تیسے پیسے جمع کر رہی تھی۔حالانکہ اُس نے پچھلے مہینے کی فیس اپنی دوست زارا سے اُدھار پیسے لے کے دی تھی اِس کے باوجود اُس کے پاس اتنے پیسے جمع نہیں ہو پا رہے تھے کہ وہ اِس مہینے کی فیس ادا کر سکے۔سوچوں میں گم نائلہ نے اپنے بیگ سے والٹ نکالا اور پیسے گننے لگی۔اتنے میں زارا ہاتھ میں سینڈوچ پکڑے دھرام کر کے اُس کے پاس بیٹھ گئی اور نائلہ کے ہاتھ میں پیسے دیکھ کے شرارت سے مسکراتے ہوئے بولی۔

" کیا ہوا، بہت زیادہ آگئے ہیں تو مجھے دے دو" ساتھ ہی زارا نے سینڈوچ کا نوالہ لیا۔

زارا صرف نائلہ کی دوست ہی نہیں تھی بلکہ اُس کا ہر مشکل وقت میں ساتھ بھی دیتی تھی۔اُس کا نائلہ کے گھر آنا جانا بھی تھا اِس لیے وہ نائلہ کے حالات سے بخوبی واقف تھی۔

نائلہ نے بے بسی سے والٹ بند کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے مریل آواز میں کہا۔

"نہ زیادہ کہاں بی بی !!! بلکہ کم پڑ رہے ہیں۔پتہ نہیں اِس مہینے فیس پے کر سکوں گی کہ نہیں۔اگر حالات ایسے رہے تو میں پڑھائی چھوڑ دوں گی"۔نائلہ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔

جو زارا ابھی مزے سے سینڈوچ کھا رہی تھی، نائلہ کی یہ بات سن کے ایک دم سیدھی ہو کے بیٹھ گئی۔

"پاگل ہو؟آگے ریحان بھائی نے ون سائڈ ڈلو والی امیر محبوبہ، بی بی ماریہ کو امپریس کرنے کے چکر میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پڑھائی چھوڑ کے گٹار ہاتھ میں اُٹھالی ہے۔اب تم پڑھائی چھوڑنے کی باتیں کر رہی ہو!! جانتی ہوناں کہ آنٹی نے تم سے کتنی امیدیں لگائی ہوئی ہیں؟"زارا نے نائلہ کو سمجھانے کی کوشش کی پر زارا کی یہ بات سن کے نائلہ کے منہ پر مزید بے چارگی اتر آئی۔

"پر زارا تم بتاو کہ میں کیا کروں؟؟اب ہر مہینے تم سے پیسے ادھار تو نہیں لوں گی ناں!! ،مما سے میں مانگ نہیں سکتی کیونکہ گھر کے حالات میرے سامنے ہیں۔"

زارا نے ہاتھ جھاڑ کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی۔

" کرتے ہیں اِس کا بھی کچھ مگر پڑھائی چھوڑنا اِس مسلے کا حل نہیں ہے۔"زارا کی اِس بات کے بعد نائلہ اُتری ہوئی شکل کے ساتھ اپنے سامنے پڑی کتاب پر انگلی سے کچھ بنانے لگی۔جسے دیکھ کے زارا ایک دم آگے ہو کے بیٹھ گئی ،جیسے نائلہ سے کوئی راز کی بات کرنے لگی ہو۔زارا کے چہرے پر خوشی کی لہر ڈور آئی تھی۔

"نائلہ تم ایک پینٹنگ کتنی دیر میں بنالیتی ہو؟"

" پینٹنگ؟ کیوں؟"نائلہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں ، پینٹنگ۔ میں لاسٹ ٹائم جب تمھارے گھر آئی تھی تو آنٹی نے مجھے دیکھائی تھی۔وہ جو تم نے توتھ برش سے بنائی تھی۔بہت خوبصورت تھی وہ"زارا نے خوش ہوتے ہوئے ہاتھ لہرا لہرا کے نائلہ کو بتایا۔

"یار وہ تو میں گھر اور اپنے ٹائم پاس کے لیے بناتی ہوں۔کبھی ایک مہینے میں ایک اور کبھی ایک دن میں ایک بنالیتی ہوں۔پر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیا پلان آگیا ہے تمھارے ذہن میں؟ "نائلہ نے زارا کی excitment دیکھ کے تجسس سے پوچھا۔

"یار تمھیں میں نے پچھلے ہفتے بتایا تھا ناں کہ اسماء خالہ پاکستان آگئی ہیں۔وہ اپنا گھر ڈیکوریٹ کر رہی ہیں۔اُنھیں اپنے گھر میں لگانے کے لیے کچھ پینٹنگز چاہیے۔بس تم مجھے چار پینٹنگز بنا دو میں

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اُنھیں بیچ دوں گی"۔

زارا کی یہ بات سن کے نائلہ ایک دم خوش ہوگئی لیکن یک دم آنے والے خیال نے اُس کے منہ کا جغرافیہ دوبارہ بدل دیا۔

"پر زارا اگر پینٹنگز تمھاری خالہ کو پسند نہ آئیں تو!!"

"ارے پاگل۔ مجھ جیسا اگر دوکان دار ہو تو گاہک کہاں بھاگ سکتا ہے؟ خالہ ہر وقت آرٹ کا کلمہ پڑھتی ہیں۔ پتہ خاک نہیں۔ اب میں اُنھیں بتاوں گی کہ آرٹ ہے کیا؟" زارا نے اکڑ کے ساتھ کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ جس پر نائلہ ہنس پڑی۔ اتنے میں زارا نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

"ابے، گیارہ بج گئے۔ میں بھاگ رہی، مس سائرہ کی کلاس ہے دیر کی تو وہ میری کلاس لے لین گی" کہتے ساتھ ہی زارا کھڑی ہوگئی اور تقریباً بھاگنے کو پڑی۔ پر ایک دم رکی اور تیزی میں نائلہ کو کہنے لگی۔

" کلرز نہیں تو واپسی پر میرے ساتھ گھر جاتے ہوئے خرید لینا۔ میرے پاس پیسے ہیں پر پینٹنگز مجھے تین دن میں چاہیے"

زارا یہ کہ کے تو بھاگ گئی پر نائلہ اپنے آپ کو ذہنی طور پر بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ وہ یہ نہیں سوچنا چاہتی تھی کہ اگلے مہینے کیا کرے گی کیونکہ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ جیسے اُس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا اور خدا نے یہ وسیلہ بنایا ایسے ہی آگے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو جائے گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان اپنے گھر کے قریبی پارک کے ایک بینچ پر بیٹھا ہوا تھا وہ اکثر شام کو یہاں آجایا کرتا تھا۔ اُس کا زیادہ لوگوں سے ملنا جلنا نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی سے زیادہ بولتا تھا۔ اگر اُس کا کوئی بھائی ہوتا تو شاید حالات آج مختلف ہوتے پر اُس نے اپنی خوشی اور غمی، ہر پل کا راز دار اب اِس بینچ کو بنالیا تھا۔ اگر کبھی بہت زیادہ دُکھی ہوتا تو تب ہی اپنی ماں سے دُکھ بانٹتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس کی ماں نے زمانے کے بہت مشکلیں سہی ہیں۔ اِس لیے وہ اپنی مشکلوں سے اُسے پریشان نہیں کرتا تھا اور زیادہ تر اپنے تک محدود رکھتا تھا۔

ایک جو سعد تھا اُس کا بہت اچھا دوست، وہ انٹر کے بعد مزید تعلیم کے لئے لندن چلا گیا تھا وہ وہاں کی زندگی اور اپنے جھمیلوں میں اتنا پھنس گیا تھا کہ ریحان کی مشکل سے ہی اُس سے بات ہو پاتی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد ریحان کو دوستوں کی کمی کا بہت احساس ہوا تھا لیکن اسد اور عمیر کی سپورٹ سے اُسے لگ رہا تھا کہ آنے والے دِنوں میں وہ اُن دونوں کو بھی اُس فہرست میں شامل کرئے گا جس میں سعد کا نام تھا۔ اسد اور عمیر اُس کا مشکل وقت میں بہت ساتھ دے رہے تھے اور یہ بات اُس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔

پارک میں بچوں کے کھیلنے کا بہت زیادہ شور ہوتا تھا لیکن اِس کے باوجود ریحان کو یہ جگہ ہمیشہ بہت پُرسکون لگتی تھی کیونکہ وہ یہاں آکے کُھلی آنکھوں سے ماریہ کے خواب بھی دیکھتا تھا۔ وہ اِس بات کو سوچ سوچ کے بہت زیادہ خوش ہو رہا تھا کہ اگر ایسے ہی اسد اور عمیر کا اُسے ساتھ ملتا رہا تو وہ دن بھی دور نہیں ہونگے جب وہ ماریہ کے ساتھ کسی اچھے ریسٹورنٹ میں کھانا کھا رہا ہوگا یا اپنی ہُنڈا گاڑی میں اُسے گھما رہا ہوگا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار،عریشہ کے پاس سے جیسے ہی کھڑا ہوا،سوئی ہوئی عریشہ بیدار ہوگئی اور رضاوقار کو دیکھ کے اُس نے منہ دوسری طرف کرلیا۔ بسا اوقات انسان زندگی میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ واپسی کا راستہ ناممکن لگتا ہے پر حالات اُسے واپسی کی طرف مائل کرتے ہیں۔رضاوقار کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ زندگی بھر کا ساتھی چاہے زندگی بھر ساتھ نہ رہا ہو مگر اُس میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی پل آپ کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔

رضاوقار،عریشہ سے مخاطب ہونے لگا تھا کہ نرس کمرے میں داخل ہوگئی اور عریشہ کے بیڈ کے پاس آ کے عریشہ کو انجکشنز لگانے لگی۔ جب تک نرس کمرے میں رہی سکونت چھائی رہی۔ رضاوقار،عریشہ کا چہرہ دیکھتا رہا اور وہ انجان بنی دوسری طرف منہ کیے آسمان کی جانب دیکھتی رہی۔نرس کے جاتے ہی عریشہ نے کمزور آواز میں کہا۔

"تو آپ تک بھی اطلاع پہنچ گئی کہ میں بسترِ مرگ پر ہوں"۔رضاوقار صوفے سے اُٹھ کے عریشہ کے بیڈ پر اُس کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔

"عریشہ، میں کوئی صفائی نہیں دوں گا۔صرف اتنا کہوں گا کہ پلیز مجھے معاف کردو"۔رضاوقار، جس کی ذات کا اُن کے نام کی طرح بہت زیادہ وقار تھا وہ عریشہ کو آج بہت شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

یہ بات سن کے عریشہ بت بنی رضاوقار کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔

" کس چیز کی معافی مانگ رہے ہیں؟ مجھے اکیلا چھوڑ کے جانے کے لیے؟یا میرے بیٹے کو مجھ سے الگ کرنے کے لیے؟ کیا اِس ایک لفظ "معافی" میں اُن سترہ سال کا ازالہ کر سکتے ہیں جو میں نے قرب میں گزارے؟"عریشہ کی اِس بات پر رضاوقار نے منہ جھکا لیا اور عریشہ نے اپنا منہ آسمان کی جانب کرلیا۔

"رضا،لفظ معافی کہنے میں تو آسان لگتا ہے لیکن جس پر بیتی ہوتی ہے وہ ہی جانتا ہے کہ درد کیا ہے!!"

"عریشہ میں۔۔۔"رضاوقار کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن عریشہ نے اُس کی بات کاٹ دی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں آپ سے ناراض نہیں۔آپ سترہ سال پہلے میرے بیٹے کے ساتھ مجھ سے یہ حق بھی چھین کے لے گئے تھے"

"عریشہ ہم ساری زندگی لڑتے رہے ہیں پلیز۔۔۔" ایک بار پھر عریشہ نے رضاوقار کی بات کاٹی اور اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے کہا ناں !!میں ناراض نہیں۔نہ ہی آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔اب مجھے آرام کرنے دیں"عریشہ کی یہ بات سن کے رضاوقار اُٹھ کے بوجھل قدموں کے ساتھ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ دیر عریشہ بے سدھ لیٹی رہی پھر کروٹ بدل کے سوچنے لگی۔

کبھی دل کہ رہا تھا کہ سب پرانی باتیں بھول کے آخری لمحے اپنے بیٹے اور شوہر کے ساتھ جی لے تو پھر جب آنکھوں کے سامنے سترہ سال کی تلخ حقیقت، کسی فلم کی طرح چلتی تھی تو دل اپنا ارادہ بدل لیتا تھا۔ رضاوقار آج عریشہ کو ویسے ہی بے چین کر گیا تھا جیسے اُس نے سترہ سال پہلے کیا تھا۔عریشہ کروٹیں بدل رہی تھی اور اپنے نفس اور انا سے لڑ رہی تھی۔آخر کار عریشہ نے فیصلہ کرلیا کہ آخر موت کے ہاتھوں بھی اُس کی شکست ہی ہے تو ابھی کیوں نا انا کو مار کے خود تھوڑا سا جی لے!!!

اور پھر رضاوقار نے زوہیب کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے عریشہ کی جی جان سے خدمت کرنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے عریشہ کے لیے کھانے بنا کے لانے لگا لیکن عریشہ کبھی نمک تیز تو کبھی مرچ تیز کا بہانہ بنا کے کھانے سے انکار کر دیتی۔عریشہ کو رضاوقار سے کوئی خاص غرض یا لگاؤ نہ تھا وہ صرف اپنے بیٹے کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔اُس کی ہمیشہ سے خواہش اور دعا تھی کہ ایسا کبھی نہ ہو کہ وہ جب قبر میں جائے تو دل میں بیٹے سے مِلنے کی تڑپ لے کے جائے اور اب زوہیب کے خود عریشہ کے پاس چلے آنے سے اُسے احساس ہو رہا تھا کہ دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں بس خدا ہی جانتا ہے کہ کب کون سی بات انسان کے لیے بھلائی کا باعث ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

جبکہ زوہیب جب بھی عریشہ سے ملنے آتا تو اِسے یہ خیال بہت ستاتا کہ اگر وہ بہت پہلے اپنی ماں کے پاس آ گیا ہوتا تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔ پر جو ہونا تھا، وہ ہو چکا تھا۔ ندامت اور پچھتاوے سے کچھ حاصل نہ ہونے والا تھا۔ رضا وقار نے بہت کوشش کی تھی کہ عریشہ اپنی جائیداد اُس کے نام کر دے پر شاید وہ یہ بھول گیا تھا کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان، ہر بار اپنے وار میں کامیاب ہی ہو۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

شام کا وقت ہو رہا تھا اور ماریہ صوفے پر بے سدھ لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے بال بکھڑے ہوئے تھے اور آنکھوں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کئی دن سے سوئی نہیں ہے۔ اگر سب گھر والے گھر ہوتے تو شاید وہ اتنی سست نہ ہوتی۔

"بختیار، بختیار" ماریہ نے مریل آواز کے ساتھ ملازمہ کو آواز دی جو گولی کی سپیڈ کے ساتھ اُس کے سامنے حاضر ہو گئی۔

"جی۔ ماریہ بی بی"

"مجھے ایک کپ چائے بنا دو"

"جی اچھا" یہ کہ کے ملازمہ مُڑی پر یک دم ماریہ نے اُسے دوبارہ بلاُیا، جس سے بختیار اُس کی جانب ایک بار پھر مُڑ گئی۔

"ساتھ ایک پینا ڈول اور پانی کا گلاس بھی لیتی آنا"۔

"جی" یہ کہ کے ملازمہ چلی گئی۔

ملازمہ کے جانے کے بعد ماریہ نے اپنا موبائل نکالا اور اپنے شوٹس کی تاریخیں مارک کرنے لگی۔ اتنے میں بختیار چائے بھی لے آئی۔

"ماریہ بی بی، یہ چائے اور اشفاق بتا رہا ہے کہ باہر کوئی عمیر نامی شخص آپ سے ملنے آیا ہے۔ اندر لے آوں؟"

ملازمہ نے چائے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈرائنگ روم میں بٹھاو۔ میں آتی ہوں" ملازمہ چلی گئی اور ماریہ اپنا فون ایک طرف رکھ کے سُستی سے بیٹھتے ہوئے بال باندھنے لگی۔ وہ بال باندھ کے کھڑی ہوئی اور ایک نظر اپنے سراپے پر ڈالی۔ ایک لمحے کے لیے ماریہ نے سوچا کے وہ چینج کر لے لیکن پھر اُسے سستی نے گھیر لیا اور

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وہ ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑی جہاں عمیر صوفے پر بیٹھا ٹانگ پر ٹانگ رکھے اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ ماریہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کے عمیر کو ہیلو کہتے ہوئے اُس کے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

" کیسی ہو ماریہ؟" عمیر سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

"تھوڑی طبیعت خراب ہے۔تم بتاو! کیسے ہوا اور کس سلسلے میں آنا ہوا؟" ماریہ نے اپنی دائیں آنکھ ملتے ہوئے کہا۔جِسے دیکھ کے عمیر کو احساس ہوا کہ وہ اُس کے آنے کی وجہ سے ڈسٹرب ہوئی ہے۔

"تو تم ریسٹ کرلو، میں پھر آجاوں گا"

"نہیں،نہیں،its fine،بس بیک ٹو بیک شوٹس آگئے تھے کافی تو روٹین بہت خراب ہوئی اور اوپر سے یونیورسٹی میں سمسٹر بھی ختم ہو رہا ہے۔خیر تم بتاو کہ آج کیسے میری یاد آگئی ؟؟ کالج میں تو لفٹ نہیں کرواتے"۔ ماریہ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے کہا، جیسے شدید سردی پڑ رہی ہو۔

"میں کہاں !!تم خود لفٹ نہیں کرواتی ۔ میں نے بھی سوچا کہ آخر attitude تو بنتا ہے ناں! جب ہر بل بورڈ پر تصویر ہو" عمیر کی اِس بات پر ماریہ ہلکا سا ہنس دی جیسے اُسے یہ بات کافی پسند آئی تھی جبکہ عمیر نے اپنی بات آگے بڑھائی۔

"ویل میں اپنی تیسری ویڈیو شوٹ کر رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم اِس بار میری ویڈیو میں ماڈلنگ کرو" یہ سن کے ماریہ تھوڑی خوش ہوگئی۔

"اچھا!! یہ تو اچھی بات ہے پر کون کر رہا ہے تمھاری ویڈیو ڈائریکٹ؟ اور شوٹ کب ہے؟

"یار! خیام کر رہا ہے ڈائریکٹ" عمیر نے مشہور ڈائریکٹر کا نام لیا۔"اور شوٹ کی ڈیٹ اور باقی ڈیٹیل جیسے شام تک کنفرم ہونگی، میں تمھیں میسج کر دوں گا"۔

"ٹھیک ہے پر مجھے پہلے گانا سنا دینا تا کہ مجھے آئیڈیا ہو جائے کہ سانگ کس ٹائپ کا ہے"

"وہ تو کوئی مسلہ نہیں۔ میں گانا تمھیں ابھی سنا دیتا ہوں" یہ کہ کے عمیر نے اپنی جیب سے فون نکالا اور گانا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

تلاش کرنے لگا اور چند سکینڈ بعد اُس نے اپنے فون پر گانا پلے کر دیا۔ گانا جب شروع ہوا تو ماریہ کو ایسا لگا کہ اُس نے یہ گانا کہی سنا ہے۔ وہ گانے کے درمیان میں یک دم بول پڑی۔

"یہ گانا تو ریحان نے پرفارم کیا تھا"۔

عمیر کو اُس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی اِس لیے اُس نے گانا روک دیا اور ماریہ سے پوچھا۔

" کیا ہوا؟"

"میں کہہ رہی تھی کہ یہ گانا ریحان نے گایا تھا۔ اُس نے کالج کے فیئر ویل پارٹی پر پرفارم کیا تھا۔" اُس نے بِنا کسی وقفے اپنی بات جاری رکھی۔ "اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ اُس کا پہلا گانا ہے جسے وہ اپنے کالج سے لانچ کر رہا ہے"۔ ماریہ کی اِس بات سے عمیر کے چہرے کا رنگ بدل گیا لیکن اُس نے پُرسکون ہونے کی کوشش کی۔

" کیا؟ میں تو فیئر ویل پر نہیں آیا تھا۔ وہ اُسی سٹوڈیو سے اپنا گانا ریکارڈ کروا رہا ہے جہاں سے میں کروا رہا ہوں۔ وہیں سے میرا گانا سنا ہوگا اُس نے" عمیر، ماریہ کو باور کروانے کی کوشش کرنے لگا کہ ریحان نے اُس کا گانا گایا ہے لیکن ماریہ اِس صورتحال سے تھوڑا کنفیوز نظر آ رہی تھی۔ اِس لئے اُس نے ماریہ کو پکا کرنے کے لیے چالاکی سے ایک اور وار پھینکا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ ریحان نے یہ گانا خود گایا تھا کہ پیچھے ریکارڈنگ پلے کی گئی تھی؟"

"وہ۔۔۔ اُس نے" کچھ پل کے لیے عمیر کی سانس رکی۔ "خود گایا تھا" اور ماریہ کی یہ بات سن کے اُس کی جان میں جان آئی۔ اُس کا وار نشانے پر لگا تھا۔

"او، تو یہ بات ہے۔ ماریہ میں تمھیں اسد سے ملوا سکتا ہوں جو اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ گانا میرا ہے اور میرے پاس اِس گانے کے کاپی رائٹس بھی ہیں۔" اُس نے ماریہ کی شکل سے اندازہ لگایا جیسے وہ اُس کی بات سے مائل ہوگئی ہے اور ماریہ کی اگلی بات نے یہ ثابت کر دیا کہ عمیر کا اندازہ درست ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"مجھے پہلے ہی یہ مڈل کلاس سوکالڈ سنگر اپنی cheap حرکتوں کی وجہ سے بُرا لگتا تھا اب اور زیادہ لگنے لگا ہے۔ امید نہیں تھی کہ اتنا گر سکتا ہے یہ شخص کہ کسی کا گایا ہوا گانا یوں سرِ عام گاتا پھرے۔"

"میں تو اُسے پوچھوں گا بلکہ آج ہی پوچھوں گا۔ کہی یہ نہ ہو کہ وہ یہ گانا ریکارڈ کر کے ریلیز بھی کر دے" عمیر نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"اتنی اُس کی اوقات کہاں !!!" یہ کہہ کے ماریہ نے اپنے ماتھے پر گرنے والی لٹ پیچھے کی۔ عمیر کو ڈر تھا کہ کہیں باتوں باتوں میں سچ سامنے نہ آجائے کیونکہ بات تازہ تھی، اِس لیے وہ جانے کے لیے اُٹھنے لگا۔

"اچھا ماریہ میں چلتا ہوں۔ کچھ کام ہیں۔ تم ریسٹ کرو اور میں باقی سب کچھ تمھیں میسج پر بتا دوں گا۔ بس تم اپنے نمبر سے مجھے ایک میسج کر دو۔ میں نے فون چینج کیا ہے تو تمھارا نمبر مسِ پلیس ہو گیا ہے۔"

"او۔کے میں ابھی میسج کر دیتی ہوں"۔

جس کے بعد عمیر کمرے سے باہر نکل گیا لیکن ماریہ وہیں صوفے پر بیٹھی رہی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آرہا تھا کہ کیسے ریحان نے اُس کی سالگرہ خراب کی تھی۔ وہ اُس کے شدید نفرت دیکھانے کے باوجود اُس کی سالگرہ کے دن سستی بیکری سے کیک اُٹھالایا تھا، جس کی وجہ سے کلاس میں دونوں کا نام ایک ساتھ لیا جانے لگا تھا۔ ماریہ کا دل وہ واقعہ یاد کر کے بہت خراب ہو رہا تھا کہ کیسے اُس نے ریحان جیسے ایک لوئر مڈل کلاس لڑکے کا نام اپنے ساتھ برداشت کیا تھا۔ کتنوں سے اُس نے اِس وجہ سے لڑائی کی تھی۔ ماریہ جتنا زیادہ سوچ رہی تھی اُسے اُتنا ہی غصہ آرہا تھا۔ اِس وجہ سے اُس کے سر کا درد مزید تیز ہونے لگا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ وہ اتنا اہم نہیں کہ اُس کے بارے میں سوچا جائے اور اِس خیال کے آنے کے بعد ماریہ صوفے سے اُٹھ کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب نے یک دم بریک لگادی۔ نہ صرف اُس کی گاڑی اگلی ریڈ ہونڈا گاڑی میں لگتے لگتے بچی بلکہ پچھلی گاڑی بھی زوہیب کی گاڑی کو چھوتے چھوتے رہ گئی تھی۔

"یہ اگلی گاڑی والا کیا چاہ رہا ہے آخر؟؟؟"زوہیب نے دانت پیستے ہوئے خود کلامی کی۔ کیونکہ اگلی گاڑی کبھی بائیں آفس میں جانے کی کوشش کر رہی تھی تو کبھی روڈ پر دائیں طرف ٹرن لینے کے لیے جدوجہد کرنے لگتی اور پھر ہارنز کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔زوہیب غصے کے عالم میں اپنی گاڑی سے نکلا اور لاک کر کے اگلی گاڑی تک پہنچ گیا۔شیشوں پر شیڈز لگے ہونے کے باعث زوہیب کو اندازہ نہ ہو پایا کہ گاڑی میں کون بیٹھا ہے۔اُس نے گاڑی کے شیشے کو بجایا تو گاڑی میں بیٹھے شخص نے ڈرائیونگ سیٹ کے شیشے سے شیڈ اتار دیا۔جس کے بعد زوہیب کا غصہ اور بھی زیادہ ہوگیا۔

"مجھے شک تھا کہ کوئی محترمہ ہی ہونگی"زوہیب منہ میں بُربُرایا۔اتنے میں شیشہ نیچے ہوگیا اور گاڑی میں لگے اونچے انگریزی گانوں کا شور باہر بھی پھیلنے لگا،جس کی وجہ سے زوہیب گاڑی میں موجود عمارہ پر برس پڑا۔

"whats wrong with you?"(آپ کے ساتھ کیا مسلہ ہے؟)

"if i ask same question to you then?"(اگر میں آپ سے یہی سوال کروں تو؟)عمارہ نے اکڑ کے جواب دیا۔

"اتنے اونچے گانوں میں آپ خاک سنے گیں پر پیچھے لائن تو دیکھ لیں"زوہیب نے اپنے غصے پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا جب کہ پیچھے ہارن ابھی بھی بج رہے تھے مگر اُن کے بجنے میں وقفہ آگیا تھا۔

"سوری۔کار ٹرن کرنے میں ذرا پرابلم ہو رہی ہے"عمارہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا اور میوزک بند کر دیا۔

"باہر نکلیں"زوہیب نے غصے پر مزید ضبط کرتے ہوئے کہا اور عمارہ پر اِس بات سے حیرت کے پہاڑ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ٹوٹ پڑے۔

"کیا؟"

"باہر نکلیں میڈم،۔آپ کی گاڑی سائیڈ پر کروں تا کے دوسری گاڑیوں کو راستہ ملے" زوہیب نے جھنجھلا کے کہا کیونکہ اب اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔عمارہ نے کوئی لفظ منہ سے نہ نکالا اور خاموشی سے گاڑی سے نکل گئی۔گاڑی میں بیٹھتے ہوئے زوہیب نے پوچھا۔

"جانا کہاں ہے؟"

"بائیں آفس میں" عمارہ نے لٹکے ہوئے منہ کے ساتھ کہا اور خود ایک طرف ہوگئی۔

"پروفیشنل لیول پر کام کر رہی ہیں محترمہ اور گاڑی موڑنا نہیں آتی" زوہیب نے یہ سوچتے ہوئے باآسانی گاڑی آفس میں داخل کردی۔عمارہ بھی پیدل،گاڑی کے پیچھے پیچھے آفس کے اندر داخل ہوگئی۔

زوہیب عمارہ کی گاڑی چلتی چھوڑ کے باہر اپنی گاڑی کی جانب بھاگا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا جبکہ عمارہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی گاڑی سے اپنا ہینڈ بیگ اور ڈاکومینٹس نکالنے لگی۔ابھی وہ گاڑی سے باہر نکل ہی رہی تھی کہ پیچھے زوہیب بھی اپنی گاڑی آفس میں داخل کر رہا تھا۔عمارہ وہیں غصے میں کھڑی ہوگئی۔اتنے میں زوہیب نے اپنی گاڑی اُس کی گاڑی کے پیچھے پارک کردی۔

"مطلب کہ آپ مجھ سے تسلی سے لڑنا چاہتے ہیں؟" عمارہ نے زوہیب کو گاڑی سے باہر نکلتے دیکھا تو تنک کے بولی جبکہ زوہیب آرام سے اپنی گاڑی لاک کرنے لگا۔زوہیب کو ریلاکس پا کے عمارہ دوبارہ بولی۔

"گارڈ ابھی گیٹ پر نہیں تو اِس کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھائیں" یہ کہ کے عمارہ مُڑی اور گارڈ کو آتا دیکھ کے بولی۔

"بابا ان سے ذرا منمنٹ لیں" اور کہتی ہوئی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اپنے کمرے میں آ کے عمارہ نے صرف ٹیبل لیمپ آن کیا اور ڈوپٹہ اتار کے کرسی کی پشت پر لٹکاتے ہوئے بیٹھ گئی۔ سلولس اُس پر بہت جچتا تھا جبکہ بلیک کلر اُس کی شخصیت کو مزید چار چاند لگاتا تھا۔ اُسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ اُس کا گندمی رنگ اور تیکھے نقوش ہر کسی کو بہت جلد بھا جاتے ہیں مگر حد ہے کہ وہ ہینڈسم انسان ایک لمحے کے لیے بھی نرم پڑا ہو۔ صبح صبح ہونے والی جھڑپ نے عمارہ کے موڈ کا بیرہ غرق کر کے رکھ دیا تھا اور اب اُسے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ ابھی وہ چائے کا کہنے کے لیے فون اُٹھانے ہی والی تھی کہ اُس کی کولیگ رُباب دھماکے سے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ کھولتے ساتھ ہی عمارہ سے مخاطب ہوئی، جیسے بہت جلدی میں ہو۔

"اوے عمارہ کیسی ہو؟"

"میں فِٹ، تم سناؤ؟" عمارہ بیگ سے بسکِٹ نکالتے ہوئے بولی۔

"یار میں بھی ٹھیک ہوں۔ پندرہ منٹ بعد میٹنگ ہے" رُباب نے ہاتھ میں پکڑے پن سے اپنا ماتھا کُھجاتے ہوئے کہا اور اُس کی اِس بات پر بسکٹ کا پیکٹ کھولتی عمارہ رُک گئی۔

"ہیں، پر کس بارے میں؟"

"نو آئیڈیا۔ پر تم presentation ساتھ لیتی آنا، رضاوقار میٹنگ کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں بھی جا رہی ہوں اپنی presentation سمیٹنے" یہ کہہ کے رُباب دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

عمارہ نے بددل ہو کے بسکٹ کا پیکٹ سائیڈ پر رکھ دیا اور کھڑی ہو کے میز پر سے کچھ پیپرز اکٹھے کر کے فائل میں لگانے لگی اور فائل بنا کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

میٹنگ روم آج کچھ زیادہ صاف تھا۔ پانچ منٹ میں میٹنگ روم لوگوں سے بھر گیا۔ لوگ تھے ہی کتنے یہی کوئی دس، پندرہ افراد پر مشتمل سٹاف۔ اصل کام کیونکہ فیکٹری میں ہوتا تھا، آفس میں صرف پیپر ورک، ڈیزائنز اور ڈیلز فائنل کی جاتی تھیں۔

سب کے آنے کے بعد رضاوقار بھی میٹنگ روم میں داخل ہو گیا لیکن عمارہ اُن کے ساتھ آنے والے شخص کو دیکھ کے ٹھٹک گئی۔ کیونکہ وہ وہی انسان تھا، جس سے صبح اُس کی جھڑپ ہوئی تھی۔

"ہائے ایوری ون" رضاوقار نے داخل ہوتے ہی کہا اور یہ کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"امید ہے کہ آپ سب ٹھیک ٹھاک ہونگے اور کام بھی اچھا چل رہا ہوگا" رضاوقار یہ رسمی باتیں کر رہے تھے مگر سب یہ جاننے کے لیے بے تاب تھے کہ آج بنا کسی ایجنڈے میٹنگ کیوں ہے اور رضاوقار کے ساتھ یہ شخص کون ہے؟ اور رضاوقار نے بھی یہ بات بتانے میں کچھ زیادہ دیر نہ لگائی۔

"یہ میرے بیٹے ہیں، زوہیب" رضاوقار نے زوہیب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب یہ عریشہ انڈسٹریز کے نئے سی۔ای۔او ہیں۔ میں جب سے پاکستان آیا ہوں آپ جانتے ہیں کہ عریشہ کتنی بیمار رہیں۔ اِس لیے میں ٹھیک طرح سے concentrate نہیں کر پا رہا پر امید ہے کہ زوہیب کی پرفارمنس ایکسیلنٹ ہوگی۔ ویسے بھی یار میں بھی بڈھا ہو گیا ہوں" آخری بات رضاوقار نے مسکرا کے کی۔

"ویل۔ سب کو کلیر ہو جائے میں آفس کے معاملات دیکھوں گا اور پاپا فیکٹری کے" رضاوقار کے رُکتے ہی زوہیب بول پڑا۔

"اور سر بوتیک کے معاملات کون سنبھالے گا؟" زوہیب کی بات مکمل ہوتے ہی ایک ورکر نے پوچھا۔

"عمارہ" رضاوقار نے پُرسکون لہجے میں کہا اور یہ سنتے ہی عمارہ کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ اپنی جگہ سے ہل سی گئی جبکہ زوہیب ایک بار پھر میز پر اپنی کُہنی رکھ کے بولنے لگا۔

"جس طرح مما نے یہ کمپنی بنائی، میں اِس کا ٹین پرسنٹ بھی پرفارم نہیں کر سکوں گا۔ میری یہی خواہش تھی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کہ وہ واپس آ کے اپنی سیٹ سنبھالیں پر !!!" اُس کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی "خیر آپ سب تقریباً میری ہی عمر کے ہیں تو کافی فرینڈ لی انوایرمنٹ بنے گا پر میں اکسپکٹ کروں گا کہ سب میری عزت کریں" ساتھ ہی اُس نے تیکھی نظروں سے عمارہ کی جانب دیکھا۔

"آج کی میٹینگ کا یہی ایجنڈ اتھا۔آپ سب کو زوہیب سے انٹروڈیوس کرانا تھا۔کسی کے ذہن میں کوئی سوال؟" رضاوقار کی اِس بات پر سب خاموش رہے۔رضاوقار نے سب کو ایک نظر دیکھا اور پھر "meeting is over" کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ بھی کمرے سے نکل چکی تھی اور اُس کے ذہن کو سوچوں نے گھیرا ہوا تھا۔ "دو سال سے میں اپنی محنت کو منوا رہی تھی پر جب سی۔ ای۔ او بننے کی باری آئی تو بازی پلٹنے میں پانچ منٹ لگے۔ خوشی اور غم کے ملے جلے تاثرات میں وہ اپنے کمرے تک پہنچ گئی اور کرسی پر بے سدھ لیٹ سی گئی۔ اتنے میں فون بجا اور عمارہ کو حکم ملا کے وہ رضا وقار کے کمرے میں پہنچ جائے بمع اپنی presentation۔

رضا وقار اور زوہیب نے عمارہ کی presentation کافی زیادہ پسند کی۔ presentation دیتے ہوئے کئی بار کُن اکھیوں سے عمارہ نے زوہیب کو دیکھا تھا۔ صاف رنگ، لمبا قد، ترشے ہوئے ہاتھ۔ اُسے زوہیب کی شخصیت کافی بھائی تھی۔ یہی نہیں بلکہ پہلے کی نسبت میٹنگ میں زوہیب کا لہجہ بھی خاصہ نرم تھا اور وہ بار بار عمارہ کے کام کی تعریف کر رہا تھا۔ میٹنگ کے بعد کمرے سے باہر نکل کے عمارہ نے سوچا کہ زوہیب اتنا بھی بُرا نہیں ہے جتنا کہ اُس نے آنے والے دِنوں کا اپنے ذہن میں خاکہ بنا لیا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ ہانڈی میں چمچہ ہلا رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے اُس کے گلے میں اپنی بازو ڈال لیں۔جس سے وہ ڈر گئی اور ایک دم پیچھے مُڑی۔

"پاگل لڑکی۔۔۔آواز تو نکالا کرو گھر میں داخل ہو کے "طیبہ کی اِس بات پر نائلہ زور سے ہنسنے لگی اور کچن میں پڑی اکلوتی کرسی پر بیٹھ کے اُس نے ٹوکری سے ایک سیب اُٹھالیا۔

" کب تک کھانا بنے گا؟"۔سیب کھاتے ہوئے نائلہ نے طیبہ سے پوچھا۔

"بس سالن بھن گیا اور چاول دم پر ہیں پر تم بہت خوش نظر آرہی ہو؟ بات کیا ہے؟" طیبہ نے نائلہ کو خوش پایا تو چولہا آہستہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ماما میں جو چار پانچ دن سے پینٹنگز بنا رہی تھی وہ دس ہزار میں بکی ہیں"۔نائلہ نے سیب ہاتھ میں تھامے بتایا اور بتا کے سیب کا ایک اور چک لے لیا۔

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔زارا کو پسند آگئی تھیں ساری؟ "طیبہ نے چاولوں کی دیگچی چولہے سے اُتارتے ہوئے پوچھا۔

"بہت پسند آئی بلکہ وہ تو مجھے کہہ رہی ہے کہ میں اور پینٹنگز بناوں اُس کی خالہ جلد ہی ایک ایگزیبیشن ارینج کر رہی ہیں"

نائلہ کی یہ بات سن کے طیبہ کام کرتے کرتے رُک گئی۔

"پہلے ریحان نے یہ حرکت کی ہے اب تم کر رہی ہو۔کیا تم بھی اپنی پڑھائی چھوڑ دو گی؟"

"نہیں ماما۔میں اِس لیے یہ کام کر رہی ہوں کیونکہ اپنی پڑھائی جاری رکھ سکوں"

طیبہ نائلہ کی طرف، دیکھنے لگی۔وہ بھانپ گئی تھی کہ طیبہ کو بات سمجھ نہیں آئی ہے۔

"ماما، کالج کی فیس بڑھ چکی ہے اور میں آپ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتی"

نائلہ کی یہ بات سن کے طیبہ خاموشی سے چولہے کی طرف ہو گئی اور برتن میں سالن ڈالنے لگی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سالن برتن میں ڈالتے ہوئے طیبہ نے سوچا کہ اگر آج عظیم زندہ ہوتا تو نہ صرف اُس کے بچوں کو اپنی خواہشوں کے لیے یوں پریشان نہ ہونا پڑتا بلکہ وہ شہر کے اچھے کالجوں میں پڑھ رہے ہوتے۔

اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ نائلہ نے دس پینٹنگز بنائیں اور الحمرہ آرٹ گیلری میں رکھی۔ جہاں نئے اُبھرتے پینٹرز کے درمیان نہ صرف اُسے بہت زیادہ سراہا گیا بلکہ اُس کی ساری پینٹنگز بھی بِک گئیں۔ وہ بہت خوش تھی اور زارا کو دعائیں دے رہی تھی، جس نے اُس کا یہ چھپا ہوا ٹیلنٹ باہر نکالا تھا۔ اب وہ اِس سلسلے کو آگے بڑھا کے اپنی فیس بھی با آسانی دے سکتی تھی اور جیب خرچ بھی نکال سکتی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ اور زوہیب کی ملاقات تو تلخ انداز میں شروع ہوئی تھی لیکن پھر تیزی سے دوستی پروان چڑھنے لگی۔ زوہیب بہت ہی کم وقت میں جان گیا تھا کہ عمارہ ایک ذہین لڑکی ہے اور ساتھ خوبصورت بھی جو کہ عمارہ کا پلس پوائنٹ تھا۔ وہ بہت اچھے طریقے سے کلائینٹس کو ڈیل کرتی تھی۔ ایک مہینے میں عمارہ اور زوہیب کی دوستی اِس قدر اچھی ہو چکی تھی کہ دونوں اکثر دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کسی اچھے ریسٹورنٹ میں کھاتے تھے اور آج بھی وہ شہر کے ایک معروف ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"میں ہمیشہ سے سمجھتا آیا تھا کہ میرے ماں باپ خودغرض ہیں۔ لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اِس میں حالات وواقعات کا بہت گہرا اثر تھا۔" زوہیب نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"تم اُس دن بتا رہے تھے کہ تمھاری ممی نے اپنی وِل بھی چینج کر دی تھی؟" عمارہ نے کوک کا سِپ لیتے ہوئے زوہیب کو یاد کروایا۔

"ہاں!!۔ انھوں نے اپنی ساری پراپرٹی میرے نام کر دی ہے" یہ بات سن کے عمارہ ایک دم رک گئی جبکہ زوہیب کھانا چھوڑ کے گلاس رگڑنے لگا۔

"عمارہ میں پہلے یہی سمجھتا تھا کہ پاپا، مما کی پراپرٹی کے لیے پاکستان آ رہے ہیں کیونکہ سٹیٹس میں وہ ویسے کبھی بھی قدم نہیں جما سکے تھے، جیسا انھوں نے سوچا ہوا تھا۔ پر پاپا میں بہت چینج آیا۔ اُنھوں نے آخری دِنوں میں مما کی بہت خدمت کی"۔ زوہیب بات کرتے ہوئے جذباتی ہو گیا۔ عمارہ نے میز پر رکھا زوہیب کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"زوہیب جو ہوا سو ہوا، اب سب پرانی باتیں بھول جاؤ اور آفس پر فوکس کرو۔ تم یہاں ابھی نئے ہو، بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا تمھیں۔" زوہیب نے اپنا ہاتھ یک دم پیچھے کر لیا اور کھانا کھانے لگا۔ یہی وہ وقت تھا جب غلط فہمی شروع ہوئی۔ عمارہ زوہیب کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔ کھانا کھا کے دونوں اُٹھے تو زوہیب کا فون بجنے لگا۔ لیکن زوہیب فون کو نظر انداز

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

کرتے ہوئے عمارہ کے ساتھ بات کرتا ہوا ریسٹورنٹ سے باہر نکلے لگا اور یہی وہ وقت تھا جب غلط فہمی دوسری طرف سے شروع ہوئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار تیزی سے اپنی ٹائی ہاتھ میں پکڑے، کمرے سے باہر نکلا۔آج وہ فیکٹری جانے کے لیے خاصا لیٹ ہو چکا تھا۔ٹائی باندھتے ہوئے وہ ناشتے کی میز پر بیٹھ گیا۔میز پر ناشتہ لگاتی ملازمہ سے رضاوقار نے دریافت کیا۔

"زوہیب آفس چلا گیا ہے؟"

"ہاں جی وہ تو صبح سات بجے ہی چلے گئے تھے" کہتے ساتھ ہی وہ کپ میں چائے ڈالنے لگی۔

"نہیں رہنے دو۔چائے مت ڈالو۔یہ جوس کا گلاس پکڑادو میں آگے لیٹ ہو چکا ہوں" رضاوقار نے ٹائی کو فائنل ٹچ دیا اور ایک گھونٹ میں گلاس خالی کر کے کھڑا ہو گیا اور باہر کی جانب چل دیا۔

رضاوقار کی گاڑی کی رفتار بھی آج کافی تیز تھی وجہ تھی آفس کے لیے ہونے والی دیر۔دوپہر کا وقت ہو رہا تھا اِس لیے اُس نے فیکٹری کی بجائے گاڑی آفس کی جانب موڑ لی۔راستے میں اُس نے زوہیب کو کئی بار کال کی مگر زوہیب نے کال نہ اُٹھائی۔اِتنے میں رضاوقار آفس کے گیٹ پر پہنچ گیا اور سیدھا زوہیب کے کمرے میں گیا مگر اُسے وہاں نہ پایا۔جس کے بعد رضاوقار نے میٹنگ روم کی طرف رُخ کیا۔ جہاں عمارہ اور زوہیب کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ کر رہے تھے۔یہ دیکھ کے رضاوقار زوہیب کے کمرے میں واپس آ گیا۔

پانچ منٹ بعد زوہیب اور عمارہ بھی کمرے میں داخل ہو گئے۔جن کو دیکھتے ہی رضاوقار بول پڑا۔

"یار زوہیب کیا کرتے ہو تم بھی!!میں کب سے فون کر رہا ہوں۔مصروف تھے تو فون کاٹ دیتے۔ایسے پریشانی ہوتی ہے"

زوہیب بیٹھتے ہوئے جیب سے فون نکالنے لگا اور بولا۔

"اچھا" اور فون کو دیکھ کے اُس نے اپنی بات جاری کی۔

"سوری پاپا فون سائلنٹ تھا۔صبح سے میٹنگز میں ہوں، اِس لیے فون کا خیال نہیں رہا۔پر خیریت آپ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فیکٹری جانے کی بجائے آج یہاں؟"۔زوہیب سیدھا ہو کے بیٹھ چکا تھا اور عمارہ اُس کی سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کہ رضاوقار دونوں کی سامنے۔ یہ تکون ایسا منظر دے رہی تھی جیسے ابھی یہاں بھی میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔

"یار امبر لندن جا رہی ہے۔ اُس نے اِس بارے میں عریشہ کو انفارم کیا ہوا تھا۔ لیکن میرے لیے تو یہ اچانک ہی ہوا ہے، اب سمجھ نہیں آ رہا کہ فیکٹری کے معاملات کون دیکھے گا، میں تو ایک ایک شخص کے پاس جا کے اُس کی کارکردگی دیکھنے سے رہا"۔ رضاوقار نے اپنی بات کے دوران عمارہ کی جانب دیکھا اور بات آگے بڑھائی۔ "اب عمارہ یہ بہتر بتا سکتی ہے کہ فیکٹری، آفس یا بوتیک میں سے کون سا ایسا شخص ہے جو یہ ذمہ داری اچھے انداز میں نبھا سکتا ہے؟" ۔

عمارہ نے سوچتے ہوئے جواب دیا

"آپ کو کسی سینئر پرسن کو سپروائزر کی پوزیشن پر لانا چاہیے کیونکہ ایک تجربہ کار شخص آسانی سے آتے ساتھ ہی ساری چیزیں ہنڈل کر لے گا۔ اور میری نظر میں ایسی صرف طیبہ ہیں۔ وہ اِس کمپنی کے ساتھ ایک عرصے سے ہیں اور اُن کا تجربہ بھی بہت ہے۔"

رضاوقار نے اپنے ذہن پر زور دیا جیسے وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ طیبہ ہے کون!!۔ عمارہ دوبارہ بولنے لگی۔

"طیبہ بوتیک میں ہوتی ہیں۔ وہ فیکٹری میں بھی کام کر چکی ہیں اور اِس آفس میں بھی اور بوتیک میں اپر کلاس کے جتنے بھی آرڈرز آتے ہیں انھیں وہ ہی دیکھتی ہیں"

عمارہ کو رضاوقار کے چہرے سے ایسا لگا جیسے وہ اُس کی بات اور طیبہ کی کارکردگی سے متاثر ہوا ہے۔

"ٹھیک ہے۔ پھر آپ کل ہی طیبہ سے کہیں کہ وہ میٹنگ کے لیے فیکٹری آجایں" رضاوقار نے عمارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اِس دوران عمارہ نے زوہیب کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔ جس نے غلط فہمی کو

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

مزید ہوادی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ گو کہ وہ بوتیک میں بھی اچھی خاصی پوسٹ پر فائز تھی مگر فیکٹری میں ایک سُپر وائزر کے طور پر اپنے آپ کو منوانے کی اور ہی بات تھی۔ طیبہ خوش تھی کہ نائلہ بھی اب کمانے لگی ہے، ریحان بھی گانے بنانے میں مصروف ہے اور وہ بھی ایک اچھی پوسٹ پر جا رہی ہے، جس سے غالباً اُس کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہوگا۔ پس ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے آنے والے دن بہت اچھے ہونگے مگر آنے والا وقت اپنے ساتھ کیا کچھ لانے والا تھا، اِس کا طیبہ نے سوچا بھی نہ تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ ناشتہ بنانے کے لیے کچن میں گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ حالات بالکل بدلے ہوئے ہیں کیونکہ آج نائلہ ناشتہ بنا رہی تھی جو شاز و نازر ہی ناشتہ بنایا کرتی تھی۔

"ارے واہ آج یہ سورج کہاں سے نکلا ہے؟" طیبہ نے فرائی پین پر انڈہ ڈالتی نائلہ کو پوچھا اور نائلہ، طیبہ کو دیکھ کے مسکرا پڑی۔

"اور تم نے کیا آج کالج نہیں جانا ؟" ساتھ ہی طیبہ کو احساس ہوا کہ نائلہ کے کالج جانے کا وقت ہو رہا ہے۔

"آپ فیکٹری کی مالکہ بن گئی ہیں تو اِس خوشی میں ایک دن کا بریک تو بنتا ہے۔ آپ کا بھی اور میرا بھی" نائلہ نے انڈہ پلیٹ میں نکالتے ہو کہا۔ اُس نے آخری بات آنکھ مارتے ہوئے کہی تھی جبکہ طیبہ اُس کی اِس بات پر ہنس پڑی۔

" ارے بابا مالکہ کب سُپر وائزر بنی ہوں" ساتھ ہی طیبہ چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

"ایک دن مالکہ بھی بن جائے گی"۔ نائلہ نے چہکتے ہوئے کہا اور ٹوسٹ توے پر رکھ دیے۔

"ہاں دیر آئے درست آئے مگر فیکٹری شروع کرنے کے لیے اچھے خاصے پیسے چاہیے ہوتے ہیں۔ اِس لیے خواب میں ہی مالکہ بنوں گی۔" طیبہ نے ہنستے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ چائے کی ٹرے اُٹھا کے باہر لے کے جانی لگی لیکن اُسے پھر ایک بار یاد آ گیا کہ نائلہ کالج کے لیے تیار کیوں نہیں ہو رہی۔

"پر تم کالج کیوں نہیں گئی ؟" ۔طیبہ دروازے سے باہر نکلتے نکلتے رُک گئی۔

"تھوڑی دیر تک جا رہی ہوں۔ آج سر نعیم کی کلاس لینے کا موڈ نہیں تھا۔" نائلہ نے ٹوسٹ پلیٹ میں نکالے اور ہاتھ میں ٹوسٹ اور انڈے کی پلیٹ پکڑے طیبہ کے پاس پہنچ گئی۔

"بہت بُری بات ہے" طیبہ نے خفا ہوتے ہوئے کہا اور کچن کے دروازے سے باہر نکلنے لگی۔ نائلہ بھی اُس کے پیچھے پیچھے باہر چل پڑی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دونوں باہر صحن میں آئیں اور سٹول پر ناشتے کی پلیٹس رکھ دیں۔

چھوٹا سا صحن تھا، جس میں چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اُن کرسیوں کے آگے تپائی بچھی ہوئی تھی اور اُس تپائی پر ایک سٹول رکھا ہوا تھا، جِسے میز کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور سامنے لگا ہوا تھا ایک ٹی۔وی۔ جس کا شمار اِس گھر کے قیمتی اثاثوں میں ہوتا تھا۔

طیبہ اور نائلہ کے صحن میں آتے ساتھ ہی ریحان بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آیا جو کہ غالباً سو کے اُٹھا تھا اور منہ دھوئے بِنا ہی صحن میں آگیا تھا۔ ناشتہ دیکھ کے ریحان کے منہ سے رال ٹپکنے لگی اور اُس نے خوش ہوتے ہوئے نائلہ کی پلیٹ پر حملہ کر دیا۔

جس سے نائلہ چِڑ گئی اور اِس بات سے ریحان اُسے اور تنگ کرنے لگا۔ طیبہ دونوں کو دیکھ کے خوش ہو رہی تھی لیکن یہ احساس ہوتے ہی کہ دیر ہو رہی ہے، سب نے دوڑیں لگا دیں۔

اور ٹھیک آدھے گھنٹے بعد نائلہ کالج، ریحان سٹوڈیو اور طیبہ فیکٹری جانے کے لیے گھر سے باہر نکل پڑی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ میٹنگ کے لیے بُلائے گئے عین وقت پر فیکٹری پہنچ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے رضاوقار کا انتظار کرنا پڑے گا لیکن گارڈ نے اُسے رضاوقار کے آفس کا راستہ سمجھاتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنے آفس میں موجود ہیں، جس سے طیبہ کافی متاثر ہوئی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ عریشہ سے بہتر اِس کمپنی کو کوئی نہیں چلا سکتا۔ وہ رضاوقار کے آفس جانے تک اُس کے پروفشنلیزم کا اندازہ لگا رہی تھی اور اِنھیں سُوچوں میں طیبہ رضاوقار کے آفس تک پہنچ گئی۔ وہ دروازے پر دستک دے کے کمرے میں داخل ہوگئی اور اُس کے داخل ہوتے ہی رضاوقار اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس سے طیبہ تھوڑا شرمندہ سی ہوگئی۔ پورے وقت پر آفس میں طیبہ کی آمد نے، رضاوقار کو بھی کافی متاثر کیا کیونکہ اُسے اندازہ نہ تھا کہ پاکستان میں بھی اِس قدر وقت کی پابندی کا خیال کیا جاتا ہے۔

"السلام علیکم، آیے بیٹھیے؟ رضاوقار کھڑا ہو کے خوش اخلاقی سے طیبہ سے مخاطب ہوا۔

"جی شکریہ" یہ کہتے ہوئے طیبہ، رضاوقار کے میز کی دوسری جانب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

" کیا لیں گی آپ، چائے یا ٹھنڈا؟ دونوں بیٹھ چکے تو رضاوقار نے طیبہ سے پوچھا۔

" کچھ بھی نہیں" طیبہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

طیبہ کے انکار کے باوجود رضاوقار نے فون اٹھا کے پی۔اے کو چائے لانے کا کہ دیا اور دوبارہ طیبہ سے بات کرنے لگے۔

"سو مس طیبہ آپ کے لیے یہ کمپنی تو نئی نہیں ہے البتہ میرے لیے بہت سی چیزیں اِس فیکٹری میں نئی اور بازاوقات تو سمجھ سے بلکل ہی باہر ہیں" رضاوقار کی اِس بات پر طیبہ دھیما سا ہنس پڑی۔ رضاوقار بہت پرسکون انداز میں کرسی پر بیٹھا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ایک عرصہ سے طیبہ کو جانتا ہے۔

"میں نے تو سٹیٹس میں رہ کے ایک ایجنسی رن کی تھی جو نئے ٹیلنٹ کو پروموٹ کرتی تھی اب یہ ٹانکے سلائیاں دیکھ کے میرا دل گھبراتا ہے۔ تو میرے خیال میں آپ کے یہاں ہونے سے مجھے بہت کچھ سیکھنے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

اور آپ کو جھیلنے کا موقع ملے گا"۔ اب کی بار طیبہ کُھل کی ہنس دی۔ پچیس منٹ تک طیبہ اور رضاوقار کی میٹنگ چلی، جس میں طیبہ نے کچھ اپنے اور کمپنی کے بارے میں بتایا جبکہ رضاوقار اُسے سٹیٹس کے بارے میں بتاتا رہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ اور زوہیب ایک ساتھ میٹنگز میں جاتے تھے۔ اُن کا کھانا پینا بھی زیادہ تر ایک ساتھ ہی ہوتا تھا۔ کہنے کو تو عمارہ بوتیک دیکھ رہی تھی لیکن وہ مشکل سے دن کے دو یا تین گھنٹے ہی بوتیک میں گزارتی تھی اور پھر زوہیب کے پاس آفس آجاتی تھی۔ ویسے بھی بوتیک، آفس کے بلکل پاس ہی تھا اِس لیے اُسے آنے جانے میں دِقت بھی نہ ہوتی تھی۔ پر عمارہ کی آنیاں جانیاں آفس میں سب نے نوٹس کرنا شروع کر دی تھیں۔ کچھ دل جلے اِس بات سے بہت جل رہے تھے۔ کیونکہ کچھ مرد حضرات کی نظر عمارہ پر تھی تو چند ایک دو لڑکیاں یہ خواب سجائے بیٹھیں تھیں کہ زوہیب کی اگر اُن پر نظر کرم پڑ جائے تو وہ عریشہ انڈسٹریز کی مالک بن جائیں گی۔

لوگ دونوں کو ڈسکس کر رہے تھے لیکن دونوں اِس بات سے بے خبر تھے۔ عمارہ کی دوست رُباب نے کئی بار عمارہ سے باتوں باتوں میں پوچھنے کی کوشش بھی کی لیکن عمارہ کی کسی بات سے اُسے یہ کنفرم نہ ہو سکا کہ دونوں کولیگ سے بڑھ کے بھی کچھ ہیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ نے اپنی پندرہ پینٹنگز الحمرہ آرٹ گیلری میں ڈسپلے کی ہوئی تھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اُس کی پینٹنگز میں نکھار آرہا تھا اور اِس بات کا ثبوت یہ تھا کہ ہر نمائش میں اُس کی صرف چار یا پانچ پینٹنگز بچھے بچتی تھیں باقی سب اچھے داموں بِک جاتی تھیں۔ لیکن آج اُسے عجیب صورتِ حال سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ وہ اپنی بنائی گئی جس ایک پینٹنگ کو معمولی سمجھ رہی تھی وہ نمائش کے آغاز میں ہی بِک گئی تھی۔ یہی نہیں بلکہ وہ اُس پینٹنگ کے خواہش مند بھی ٹھکرا چکی تھی۔ نائلہ خود حیران تھی کہ اُس پینٹنگ میں ہے کیا جو دیکھنے میں تو بلکل سادہ سی ہے لیکن اُسے اتنے سارے لوگ لینا چاہ رہے ہیں۔ اُس کی اِس حیرت کے دوران ایک غیر ملکی عورت بھی بہت دلچسپی سے اُس پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی اور پھر نائلہ نے اُسے اپنا مُتلاشی پایا۔

ایک منٹ بعد وہ عورت نائلہ کے سامنے تھی اور نائلہ اُسے کنونس کر رہی تھی کہ وہ نمائش کے شروع میں ہی یہ پینٹنگ بیچ چکی ہے پر جب اُس عورت نے نائلہ کو پندرہ ہزار زیادہ دینے کی آفر کی تو نائلہ سوچ میں پڑ گئی اور یہ سوچتے ہوئے کہ وہ پہلے والے کلائنٹ سے اکسکیوز کر لے گی، اُس نے غیر ملکی عورت کو پینٹنگ بیچ دی۔

ایگزیبیشن کے ختم ہوتے ہی کلائنٹس اور آرٹسٹس جب اپنی اپنی پینٹنگز اکٹھی کرنے لگے تو اُس پینٹنگ کا خریدار بھی آگیا جس کی پینٹنگ، نائلہ ایک غیر ملکی عورت کو بیچ چکی تھی اور آ کے اپنی پینٹنگ تلاش کرنے لگا۔

"مس نائلہ میری پینٹنگ کہاں ہے؟" اپنی پینٹنگ نہ پا کے بلال نے نائلہ سے پوچھا۔ نائلہ جو کہ بلال کی طرف پشت کر کے جُھکی ہوئی اپنا سامان سمیٹ رہی تھی سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی اور اُس نے اپنے ہینڈ بیگ سے پیسے نکال کے بلال کی طرف بڑھا دیے۔ پیسے دیکھ کے وہ بولا۔

"یہ کیا ہے؟ میں اپنی پینٹنگ مانگ رہا ہوں" بلال نے حیرانگی کے ساتھ نائلہ سے سوال کیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"سوری میں آپ کی پینٹنگ ایک فارنر کو بیچ چکی ہوں۔آپ اپنے پیسے واپس لے لیں" نائلہ نے اطمینان کے ساتھ اُسے جواب دیا۔

" کیا!!!اُنھیں اُس پینٹنگ پر اتنا بڑا اسولڈ کا ٹیگ نظر نہیں آرہا تھا؟" اب بلال نے غصے سے کہا۔

"پر میں آپ سے اکسکیوز کر چکی ہوں!!!" نائلہ نے پیسوں والا ہاتھ نیچے کر لیا کیونکہ اب آس پاس کے لوگ دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔

"مجھے آئیڈیا نہیں تھا کہ آپ اتنا نون پروفشنل بیحو کریں گی"۔اُس کی یہ بات نائلہ کو بُری لگی اور اُس نے تھوڑا برہم ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھیے مسٹر بلال میں آپ کو ویسی ہی پینٹنگ بنا کے دے سکتی ہوں پر وہ فارنر خاتون میری پینٹنگ خریدنے دوبارہ نہیں آسکتی ہے۔ "

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ اُس نے آپ کو زیادہ پیسے آفر کیے ہونگے"۔اب بلال شدید غصے میں آچکا تھا۔اُس کے اِس پرسنل اٹیک پر نائلہ کو بھی خاصہ غصہ آیا۔وہ اُسے بہت سنانا چاہتی تھی لیکن دل میں جانتی تھی کہ غلطی اُس کی ہے اور بلال اپنی جگہ جائز ہے،اِس لیے اُس نے آرام سے اُسے ایک بار پھر دھیمے لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھیے مسٹر بلال اب آپ بدتمیزی کر رہے ہیں۔میں آپ کو کہہ رہی ہوں کہ میں آپ کو ویسی پینٹنگ بنا دوں گی تو آپ کو کیا پرابلم ہے؟"

نائلہ کی اِس بات پر بلال ٹھہر گیا اور اُس نے ایک لمبی سانس لی۔

"i am sorry ms. naila for my attitude"(سوری مس نائلہ،میں اپنے رویے کی معافی چاہتا ہوں) لیکن پلیز آپ ویسی پینٹنگ بنا کے مجھے انفارم کر دیجیے گا۔مجھے وہ پینٹنگ بہت پسند آئی تھی اور مجھے آپ کی پینٹنگ اپنے آفس میں لگا کے بے حد خوشی ہو گی"۔ بلال نے مسکراتے ہوئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

فارمل انداز میں بات کی اور ساتھ میں جیب سے اپنا کارڈ نکال کے نائلہ کی طرف بڑھا دیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب نے سوچتے ہوئے کارڈ واپس بڑھا دیا۔

"امممم۔۔۔نہیں کوئی مختلف سا۔ میں آپ کی ساری شاپ دیکھ چکا ہوں۔ رینک پر بھی ایسے کارڈز ہی لگے ہیں۔"

زوہیب کی اِس بات پر دکان دار نیچے جُھکا اور اُس نے کاونٹر کی شیلف سے ایک ڈبہ باہر نکالا اور پھر اُس ڈبے میں سے آٹھ کارڈز نکال کے زوہیب کی جانب بڑھا دیے۔ زوہیب نے کارڈز غور سے دیکھے لیکن اُس کی شکل سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اُسے، اُن میں سے کوئی کارڈ پسند نہیں آیا۔

"نہیں "زوہیب نے مدھم سی آواز میں کہا۔

" کوئی اور نہیں ہیں آپ کے پاس؟"

"نہیں جناب فل حال یہی ہیں"

"چلیں ٹھیک ہیں "زوہیب نے مایوسی سے کہا اور دوکان کے بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا جبکہ دوکاندار کارڈز سمیٹنے لگا۔

کافی جدوجہد کے بعد زوہیب کو ایک دوکان سے اپنی پسند کا کیوٹ سا کارڈ مل گیا۔ وہ پرفیوم تو دو روز پہلے ہی لے چُکا تھا۔ کارڈ خریدنے کے بعد اُس نے عمارہ کی پسند کی بہت ساری چاکلیٹس خریدیں اور اُنھیں، پرفیوم کے ساتھ، خوبصورت پیکنگ میں پیک کروایا۔ زوہیب اِس کشمکش میں تھا کہ وہ عمارہ کو فون کر کے دروازہ کھولنے کا کہے یا سیدھا جا کے اُس کے گھر کی ڈوربیل بجائے۔ اِنھیں سوچوں کے دوران عمارہ کا گھر آ گیا اور زوہیب نے اُس کے گھر کے آگے گاڑی کھڑی کر کے ڈوربیل بجا دی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دوروازہ بلال نے ہی کھولا تھا۔ کیونکہ نائلہ آنے سے پہلے اُسے انفارم کر چکی تھی۔ وہ اُسے پینٹنگ تو آفس آ کے دینا چاہتی تھی لیکن بلال کا ہی اصرار تھا کہ اُسے، اُس کا گھر، آفس کی نسبت قریب پڑے گا۔

"السلام علیکم" دروازہ کُھلتے ساتھ ہی نائلہ نے سلام میں پہل کی۔

"وعلیکم السلام" بلال نے گرم جوشی سے جواب دیا۔

ڈھیلی ڈھالی سے چُٹیا کیے اور سادہ سی شلوار قمیض پہنے وہ بے حد معصوم لگ رہی تھی۔ ایگزیبیشن پر تو بلال پینٹنگز میں ہی کھویا رہا تھا یا پھر اُس سے لڑنے میں مصروف رہا پر اُسے اب احساس ہو رہا تھا کہ معمولی سے لباس میں چھپی یہ لڑکی دنیا کی پُرکشش عورتوں میں شمار ہوتی ہوگی۔ بلال کو اب اپنی ایگزیبیشن والی حرکت پر افسوس ہوا۔

نائلہ کو خاموش پا کے بلال دوبارہ بولا۔

"اندر آئیں آپ" اور ساتھ ہی راستہ چھوڑا، جس پر نائلہ نے اُسے شکیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ میں صرف آپ کو پینٹنگ دینے آئی ہوں"، یہ کہ کے نائلہ نے ہاتھ میں اخبار سے ریپ کی ہوئی پینٹنگ بلال کی طرف بڑھا دی۔

"او۔ ہو آپ یہ اندر آ کے بھی دے سکتی ہیں" بلال نے خوش دلی سے کہا۔

"اور آپ یہ باہر سے بھی پکڑ سکتے ہیں" نائلہ نے آنکھیں نکال کے کہا۔

"میرے خیال میں آپ اُس دن والے واقعے کی وجہ سے ابھی بھی ناراض ہیں" اب بلال سنجیدہ ہو گیا تھا اور اُس نے نائلہ کے ہاتھ سے پینٹنگ پکڑ لی۔

"میں آپ سے کیوں ناراض ہونگی؟" نائلہ نے تنک کے جواب دیا۔ بلال بحث نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر نائلہ نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا تھا تو اُس نے بھی کافی بدتمیزی کی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں آپ سے اُس دن کے لیے دوبارہ سوری کرتا ہوں"

"میں اِس وقت جلدی میں ہوں۔آپ پینٹنگ چیک کرلیں۔"نائلہ نے سنجیدگی سے کہا گو کہ بات ہی ختم ہوگئی۔

"او۔کے"بلال نے یہ کہ کے پینٹنگ پر سے اخبار اتار دی اور پینٹنگ دیکھ کے بلال ایک دم بول پڑا "exact پہلے جیسی ہے۔آپ نے یہ پینٹ کی ہے یا پرنٹ"۔جس پر نائلہ ایک بار پھر اُسے تاڑتا ڑ دیکھنے لگی اور نائلہ کی اِس حرکت پر بلال کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"میں اب چلتی ہوں"یہ کہ کے نائلہ نے بلال کے کسی جواب کا انتظار نہ کیا اور سڑک پر چل پڑی جبکہ بلال اُسے جاتا دیکھتا رہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" کب تک آئیں گیں؟"زوہیب نے گارڈ سے پوچھا۔عمارہ کوگھر نہ پا کے اُسے خاصی مایوسی ہوئی تھی۔

" کچھ معلوم نہیں صاحب۔آپ اُن کوکال کرلیں"

"اچھا،پر بابا آپ یہ اُن کودے دینا"زوہیب نے کارڈ اور ریپ کی ہوئی چاکلیٹس اور پرفیوم گارڈ کو تھماتے ہوئے کہا۔

"جی بہتر صاحب"

زوہیب آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاڑی کی طرف آ گیا اور گاڑی میں بیٹھ کے اُس نے عمارہ کوکال ملائی۔ پر عمارہ کا فون آف ملا۔ مایوسی کے عالم میں زوہیب نے گاڑی چلا دی اور سڑکوں پر گھومنے لگا۔وہ کتنی دیر تک ایک ہی چوک کے چکر لگاتا رہا۔ اِس دوران وہ عمارہ کوبھی کال کر رہا تھا مگر اُس کا فون مسلسل بند تھا۔تھوڑی ہی دیر میں زوہیب کوبھوک ستانے لگی۔اُسے احساس ہوا کہ ناشتے کے بعد سے اُس نے کچھ نہیں کھایا اور اِس احساس کے بعد گاڑی ایک ریسٹورنٹ کی طرف موڑ دی۔

زوہیب نے آڈر دینے کے بعد عمارہ کوپہلی برتھ ڈے کا میسج کر دیا۔ویٹر جب میز پر کھانا لگانے لگا تو زوہیب کوعمارہ کی کال آگئی۔زوہیب نے خوش ہوتے ہوئے فون اُٹھایا اور سلام دُعا کے بِنا عمارہ سے سوال جواب کا سلسلہ شروع کر دیا۔

" کہاں گم ہو یار!!!۔کب سے فون کر رہا ہوں"

"سوری یار۔میرا فون ڈیٹ ہو گیا تھا۔سرمد نے سرپرائز ارینج کیا تھا۔وہیں تھی ابھی فری ہوئی ہوں۔"

" کون سرمد؟"زوہیب نے تشویش سے پوچھا۔اُسے امید نہ تھی کہ کوئی اور بھی عمارہ کے لیے سرپرائز پلان کر رہا ہوگا۔

"او۔ہو میرا کزن۔جس سے تمھیں ملوایا بھی تھا"دوسری طرف سے عمارہ نے بتایا اور زوہیب کوعمارہ کے پیچھے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔جس پر زوہیب نے اُس سے پوچھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"تم ابھی کسی کے ساتھ ہو؟"

"ہاں سرمد گھر ڈراپ کر رہا ہے"

"چلو فری ہو جاو تو بات ہوتی ہے"۔ یہ کہہ کے زوہیب نے نوالہ بنایا۔

"میں کون سا کار چلا رہی ہوں"

"ہاں۔ پر میں گھر والو کے ساتھ ہوں۔ جب تک تم گھر جاو گی میں بھی فری ہو جاوں گا" زوہیب نے سرد مہری سے جھوٹ بولا اور عمارہ کی کوئی بھی بات سنے بِنا فون بند کر دیا۔

زوہیب کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ وجہ تھی سرمد اور اُس کی سرپرائز پارٹی۔ بددلی سے اُس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میز پر پیسے رکھ کے باہر آ گیا۔ راستے میں اُسے عمارہ کی کئی کالیں آیں لیکن اُس نے فون نہ اُٹھایا۔ گھر کے گیراج میں گاڑی پارک کر کے اُس نے وقت دیکھا۔ رات کے تین بج رہے تھے اور زوہیب کو لگا کہ عمارہ سو گئی ہو گی، سو اُس نے اُسے ایک میسج کیا اور گاڑی سے اُتر کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب آفس میں بیٹھا کل رات والی بات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اُس کے ذہن میں عمارہ اور سرمد تھے۔اِسی اثناء میں کمرے کا دروازہ کُھلا اور عمارہ ہاتھ میں فائل پکڑے داخل ہوئی۔اُس کو سامنے پا کے زوہیب نے ایسے شو کیا جیسے وہ کچھ لکھ رہا ہو۔عمارہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ناراضگی کا اظہار کیا۔

"زوہیب کیا کرتے ہو؟؟کل رات اتنی کالز کیں۔فون کیوں نہیں اُٹھایا؟؟"

زوہیب ایک دم سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔

"ارے آؤ تم!!۔۔کیسی ہو برتھ ڈے گرل۔۔"زوہیب نے خوش مزاجی کے ساتھ عمارہ کا ویل کم کیا۔

"میری برتھ ڈے کو چھوڑو۔اپنا بتاو۔میں نے جب کہا تھا کہ رات فون پر بات کروں گی تو غائب کدھر ہو گئے تھے؟" عمارہ کی ناراضگی مزید بڑھ گئی۔

زوہیب میز پر اپنی کہنیاں جما کے آگے ہو کے بیٹھ گیا۔

"یار تمھاری کال کے بعد میں اپنے کمرے میں چلا گیا تھا پھر کب آنکھ لگی پتہ ہی نہیں چلا لیکن آنکھ کُھلنے پر تمھیں میسج بھی کیا تھا پر آئی تھنک کہ تب تک تم سو چکی تھی کیونکہ تمھارا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔خیر تم بتاو کیسی رہی تمھاری برتھ ڈے پارٹی ؟۔"زوہیب بات کرتے کرتے میز پر پڑی ایک فائل سے کاغذ نکالنے لگا۔

"ہاں اچھی تھی" عمارہ نے دھیمی آواز میں کہا پر ایک دم پُر جوش لہجے میں اُس نے زوہیب کا شکریہ ادا کیا۔

"تمھارا گفٹ بہت اچھا تھا،تھینک یو سو مچ"۔

"اچھا۔چلو اچھا ہے تمھیں پسند آیا"،زوہیب نے مسکرا کے عمارہ کو کہا۔

"تم مجھے تھوڑے سست لگ رہے ہو۔طبیعت ٹھیک ہے؟"زوہیب کے لہجے کی سستی دیکھ کے عمارہ کو تجسس ہوا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ویسے ہی سر میں تھوڑا درد ہے"۔زوہیب،عمارہ کے رات والے واقعے پر برہم ہونے اور اب اُس کے لیے یوں پریشان ہونے پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔

"اچھا"عمارہ نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔

"تو میں تمھیں اچھی سی چائے پلاتی ہوں۔اُس سے تمھارا سر درد بہتر ہو گا پھر میں تمھیں ایک اچھی سی ٹریٹ دوں گی"عمارہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور لیپک کے میز پر زوہیب کی پاس پڑے فون کا ریسور اُٹھالیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار نے فون کا ریسور رکھا اور کرسی سے اُٹھ کے اپنا کوٹ پہننے لگا۔ آج کاموں میں اُسے کافی دیر ہو گئی تھی۔ وہ جب آفس کے قریبی بس سٹاپ سے گزرا تو ہجوم میں طیبہ کو بھی کھڑا پایا۔ وہ بس کے انتظار میں تھی۔ رضاوقار نے پہلے پہل رُک کے طیبہ کو لفٹ دینا چاہی مگر پاس کھڑے ہجوم کے باعث اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور گاڑی کا رُخ پاس کی ایک مارکیٹ کی طرف موڑ دیا۔ اُسے اپنے لیے کچھ کپڑے چاہیے تھے اِس لیے وہ ایک شاپنگ مال میں چلا گیا۔ شاپنگ مال میں گھومتے گھومتے رضاوقار کو کافی وقت لگ گیا۔ بل آخر اُسے ایک ڈریس پسند آ گیا لیکن جب پے منٹ کی باری آئی تو رضاوقار نے اپنا بٹوا، جیب سے غائب پایا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ جلد بازی میں بٹوا آفس بھول آیا ہے۔ رضاوقار نے دکاندار کے پاس اپنی چیزیں رکھوا دیں یہ کہ کے کہ وہ تھوڑی دیر میں آ کے لے جائے گا اور خود آفس کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اُس نے طیبہ کو پھر وہیں کھڑا پایا اور اب کی بار رضاوقار نے ہجوم کی پرواء نہ کی اور گاڑی طیبہ کے پاس روک دی۔

شیشہ نیچے کر کے وہ طیبہ سے مخاطب ہوا۔

"آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دوں"

طیبہ گھبرا گئی اور اِدھر اُدھر دیکھا، جہاں سارے لوگ اُس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ طیبہ نے گاڑی کے قریب ہو کے کہا۔

"نہیں۔ آپ جائیں میں چلی جاوں گی"

"میں یہاں سے ایک گھنٹہ پہلے گزرا تھا۔ تب بھی آپ یہی کھڑی تھیں۔ آجایں، سب لوگ ہماری طرف دیکھ رہے ہیں"

طیبہ کو بھی اِس بات کا اندازہ تھا اِس لیے وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"شکریہ آپ کا۔ میں تو اِس انتظار میں رہی کہ بس اب آئے گی لیکن میرے گھر کی روٹ کی بس ہی نہیں آئی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بس۔میرے فون کی بیڑی بھی ختم ہوگئی ہے۔ بچے بھی انتظار کر رہے ہونگے" طیبہ نے گاڑی میں بیٹھ کے پریشانی سے کہا۔وہ سٹاپ پر کھڑی کھڑی تھک گئی تھی اور گاڑی میں بیٹھ کے اُسے سکون ملا تھا۔

"اگر آپ کی اجازت ہوتو میں ذرا آفس سے اپنا بٹوا لے لوں؟ دو منٹ لگے گیں صرف" رضاوقار نے طیبہ کی طرف دیکھ کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پھر میں آپ کو آپ کے گھر ڈراپ کر دوں گا"

طیبہ نے گو کے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا لیکن دل ہی دل میں اُسے فکر لگ گئی تھی کہ اُسے فیکٹری میں کسی نے رضاوقار کے ساتھ گاڑی میں دیکھ لیا تو نجانے لوگ کیا کیا باتیں بنائیں گے۔ فیکٹری سے سب گھر جا چکے تھے اِس لیے کسی نے بھی اُنھیں ایک ساتھ نہ دیکھا۔جس سے طیبہ نے سکون کا سانس لیا۔

راستے میں دونوں نئی ڈیل کے بارے میں بات کرتے رہے۔

"آپ کا گھر تو خاصا دور ہے۔آپ کو فیکٹری آنے جانے میں بہت دِقت ہوتی ہوگی" رضاوقار کی گاڑی، طیبہ کے علاقے میں داخل ہو چکی تھی ،جس کا شمار شہر کے متوسط علاقوں میں ہوتا تھا۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے میرے لیے۔ یہاں سے بائیں طرف" طیبہ نے بات ادھوری چھوڑ کے رضا وقار کو راستہ بتایا۔

پانچ سیکنڈ بعد طیبہ اپنے گھر کے سامنے تھی جو کہ چھوٹا سا تھا اور بمشکل تین مرلہ کا ہوگا۔

گاڑی سے اترتے ہوئے طیبہ نے اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر دیکھی تو پانچ بج رہے تھے۔اُس کے دروازہ بجانے پر نائلہ نے دروازہ کھولا اور وہ طیبہ کو گیٹ پر ایک مہنگی گاڑی اور اُس میں موجود ماں کی عمر کے ایک ہینڈسم انسان کے ساتھ دیکھ کے چونک گئی۔ اِس سے پہلے کے طیبہ اُس کا رضاوقار سے تعارف کرواتی نائلہ اندر چلی گئی۔

طیبہ نے رضاوقار کو مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہا اور گھر میں داخل ہوگئی۔طیبہ صحن میں آئی تو نائلہ ٹی۔وی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آن کر کے بیٹھی ہوئی تھی اور اُس نے اندر آتی طیبہ کو نظر انداز کر دیا۔

طیبہ اپنا ڈوپٹہ اتارتے ہوئے نائلہ سے مخاطب ہوئی۔

"تم یوں اندر کیوں آگئی تھی؟ کتنا بُرا لگا ہوگا اُنھیں۔ کم از کم سلام تو۔۔۔ "

"آپ کیا روز اِن کے ساتھ ہی گھر آتی ہیں؟؟" نائلہ نے طیبہ کی بات کاٹ دی اور ٹی وی آف کر دیا۔

"پاگل ہو تم؟ وہ تو آج۔۔۔"

"مما مجھے کیا پتہ کہ آپ روز اُن کے ساتھ آتی ہیں کہ نہیں کیونکہ آپ ہمیشہ میرے کالج آنے سے پہلے گھر میں موجود ہوتی ہیں اور آج لیٹ آئیں ہیں تو ایک شخص کے ساتھ " نائلہ کی شکل رونے والی ہوگئی۔

"نائلہ۔ تمھیں پتہ ہے تم کیا بول رہی ہو!!" اب طیبہ کو نائلہ پر غصہ آگیا اور نائلہ اُٹھ کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بلال اپنے دوست شہریار کو پینٹنگ دیکھا رہا تھا۔ اُس نے وہ پینٹنگ لی تو آفس میں لگانے کی نیت سے تھی پر جب بلال کے گھر والوں نے دیکھی تو پینٹنگ آفس کی بجائے گھر کے ڈرائنگ روم کی زینت بن گئی۔ ہر ایک کی طرح شہریار کو بھی وہ پینٹنگ کافی پسند آئی۔

"یار اگر مجھے ایسی پینٹنگ چاہیے ہو تو وہ بنا دے گی؟" شہریار نے پینٹنگ دیکھ کے بلال سے پوچھا۔

"ہاں بنا دے گی لیکن میں ایک بار پوچھ لوں گا اُس سے" بلال کی اِس بات پر شہریار خوش ہو گیا۔

"اگلی ایگزیبیشن کب ہے؟ میں وہ اٹینڈ کر لوں گا۔ اگر کوئی اور پسند آئی تو وہ لے لوں گا" شہریار نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یار یہ تو مجھے نہیں پتہ۔ لینی تو مجھے بھی ہیں آفس کے لیے۔ میں پوچھ کے بتا دوں گا پھر دونوں ساتھ چلے گیں" یہ کہتے ہوئے بلال بھی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"یار اگر ابھی پوچھ لے تو بہتر ہو گا۔ صباء کو بھی گفٹ دینا ہے تو میں سوچ رہا ہوں کہ اُسے ایک اچھی سی پینٹنگ گفٹ کر دوں"

"اچھا رُک ایک منٹ" یہ کہہ کے بلال کال ملانے لگا۔ لیکن دوسری طرف سے نائلہ نے کال نہیں اُٹھائی۔ پھر اُس نے نائلہ کو میسج کر دیا اور دونوں مل کے پلان بنانے لگے کہ اگر پینٹنگ نہیں تو صباء کو کیا گفٹ دیا جائے۔ اِسی اثناء میں نائلہ کا جواب آ گیا۔ جس کے مطابق اگلی نمائش دو دن بعد تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ اُس دن کے واقعے کے بعد کافی پریشان تھی۔ اُس کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ وہ اولاد جس کے لیے اُس نے اپنی جوانی محنت کرتے گزار دی اُس کے بارے میں کبھی ایسا بھی سوچ سکتی ہے۔
حالانکہ اِس سے پہلے کبھی نائلہ نے اِس طرح سے کسی بات کا بُرا نہیں منایا تھا پر اُس واقعے کے بعد نائلہ، طیبہ سے بات نہیں کر رہی تھی اور وہ بھی غصے میں نائلہ کو بُلا نہیں رہی تھی۔ رضاوقار نے بھی طیبہ کی پریشانی کو کافی محسوس کیا پر وہ یہی سمجھتا رہا کہ طیبہ کو کوئی مالی مسلہ ہے۔
عید آرہی تھی اِس لیے فیکٹری میں بھی کام کافی زیادہ تھا اِس وجہ سے طیبہ بھی شام گئے گھر جانے لگی۔ آج وہ گھر جانے ہی والی تھی کہ رضاوقار نے اُسے اپنے آفس بُلا لیا۔ فیکٹری کی باتوں کے بعد رضاوقار نے نیچے جُھکتے ہوئے اپنی میز کی طرف سے تین شاپنگ بیگ نکال کے میز پر رکھے اور جیب سے ایک خاکی لفافہ نکال کے مسکراتے ہوئے طیبہ کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ آپ اور آپ کے بچوں کے لیے عید کا چھوٹا سا تحفہ ہے۔ اگر کچھ پسند نہ آئے تو میں پہلے سے معذرت کرتا ہوں"

"میں یہ نہیں لے سکتی" طیبہ نے منہ نیچے کرتے ہوئے کہا۔

" کیوں!!" رضاوقار نے حیرت کے عالم میں پوچھا۔

"میں عمر کے جس حصے میں ہوں، اُس میں مجھے اپنے بچوں پر نظر رکھنی چاہیے نہ کہ اُنھیں مجھ پر" یہ کہ کے طیبہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور خدا حافظ کہتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

رضاوقار کو بات سمجھنے میں تھوڑا سا وقت لگا اور وہ اب تمام معاملہ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ویڈیو دیکھنے کے بعد کچھ دیر تک تو ریحان اپنی جگہ سے ہل نہ پایا تھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اُس کا گایا گیا گانا عمیر نے گا کے ویڈیو کے ساتھ ریلیز بھی کر دیا ہے۔ اور ویڈیو!!! اُس میں کون تھا!!! کوئی اور نہیں بلکہ وہ تھی جس کے لیے ریحان اتنی محنت کر رہا تھا تا کہ اُس کے سٹیٹس کے برابر پہنچ سکے۔ ویڈیو کے ختم ہوتے ہی ریحان نے ٹی وی بند کر دیا۔ اُس نے فریش ہونے کے لیے ٹی وی لگایا تھا مگر اُس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے اُٹھا اور گھر سے باہر نکل گیا۔ ریحان کا دل یہ سوچ سوچ کے بوجھل ہو رہا تھا کہ وہ جن پر بہت زیادہ اعتبار کر رہا تھا، وہ ہی اندر سے اُس کی جڑیں کاٹ رہے تھے۔

وہ سٹوڈیو جا رہا تھا۔ وہ نہ تو کسی سے ناراض ہونا چاہتا تھا اور نہ ہی لڑنا چاہتا تھا۔ بس چاہتا تھا تو صرف اتنا کہ اُس نے اب تک جتنی ریکا ڈنگز کی ہیں وہ اسد کے سٹوڈیو سے لے لے۔ سٹوڈیو کے دروازے پر پہنچنے تک ریحان کے اعصاب جواب دے گئے لیکن وہ ابھی ہار نہیں ماننا چاہتا تھا۔ اُس نے سٹوڈیو کا دروازہ بجایا جو کہ اسد نے کھولا اور ریحان سلام کیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ اُس کا چہرہ دیکھ کے اسد نے پوچھا۔

"خیریت!!! اتنی اُڑی کیوں ہوئی ہے تمھاری شکل!!!"

"عمیر کی ویڈیو دیکھنے کے بعد تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو!!! مجھے میرا ڈیٹا چاہیے" ریحان کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اُس نے کھڑے کھڑے اسد سے کہا۔

" کون سا ڈیٹا؟"

"میری البم کا ڈیٹا!!!" ریحان نے لفظوں پر زور دے کر کہا۔ اُس کی اِس بات پر اسد تھوڑا گڑبڑایا لیکن پھر اُس نے بیٹھتے ہوئے ریحان پر رُعب ڈالا۔

"تم نے اب تک البم ریکارڈ کرنے کے پیسے کتنے دیے ہیں؟ جو تم دعوع کر رہے ہو۔ "میری البم"۔ لفظ میری البم پر اسد نے کافی زور دیا۔ جس پر ریحان دانت پِستا ہوا رہ گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"دے دوں گا بلکہ منہ پر ماروں گا" ریحان سٹوڈیو سے باہر نکل گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اتنی اچھی پینٹنگ کے کوئی مجھ سے منہ مانگی رقم بھی مانگے تو میں دینے کو تیار ہوں!!" یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کہ شہریار کی اِن چھچھوری حرکتوں کی وجہ سے بلال کو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو مگر آج شہریار کسی لڑکی نہیں بلکہ ایک پینٹنگ میں موجود کریکٹر سے فلرٹ کر رہا تھا۔ اِس سے پہلے کے لوگ اُس کی طرف متوجہ ہوتے، بلال نے اُسے پکڑ کے آگے کی جانب کھینچ لیا۔ جس پر شہریار چیخ اُٹھا۔

"اوئے!!!"

"جو کام کرنے آیا ہے وہ کر۔ بعد میں فلرٹیاں لگائیں"۔ بلال کی اِس بات پر شہریار مختلف شکلیں بناتا اُس کے ساتھ چل پڑا۔ نائلہ کی پینٹنگ کے پاس آ کے دونوں رُک گئے۔ اُس کا کام تھا تو سادہ لیکن دیکھنے میں بہت دلچسپ تھا۔

"امممم، انٹرسٹنگ" بلال کو لگا کہ شہریار شاید پھر پٹڑی سے اُتر رہا ہے پر بلال نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ پینٹنگ دیکھنے میں مصروف تھا۔ اتنے میں نائلہ بھی آ گئی۔ اُس نے دونوں کو بہت اچھے انداز میں ریسو کیا تھا جبکہ آج بلال کو اُس نے غور سے دیکھا تھا۔ وہ دیکھنے میں بہت کیوٹ تھا۔ سُرخ و سفید رنگ، اونچا لمبا قد، خوبصورت گول آنکھیں۔ اُس کے پہننے کا سلیقہ بھی بہت خوب تھا۔ بلال کو دیکھ کے نائلہ کو خیال آیا کہ اُس کی صورت اگر کنوس پر اتاری جائے تو بہت ہی بھلی لگی گی۔

بلال بھی نائلہ سے ملتے ہوئے کافی خوش تھا۔ نائلہ سے ملنے کے بعد بلال نے شہریار اور نائلہ کا آپس میں تعارف کروایا۔

"آپ لوگ کب آئے؟" تعارف کے بعد نائلہ نے بلال سے پوچھا۔

"ابھی۔۔۔" بلال کی بات کاٹ کر شہریار درمیان میں بول پڑا۔

"اِن فیکٹ، ہم نے ابھی یہاں کا وزٹ بھی شروع نہیں کیا"۔ شہریار کی اِس بات پر بلال دل ہی دل میں دانت پیستا رہ گیا۔ اگر نائلہ سامنے نہ ہوتی تو وہ اُسے یہ احساس اچھی طرح دلاتا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

پینٹنگ کے ساتھ فلرٹ کون کر رہا تھا!!!۔

" کوئی پینٹنگ پسند آئی پھر آپ کو؟؟"نائلہ نے مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھ کے کہا۔

"جی بلکل "اور پھر بلال اور شہریار، نائلہ کو اپنی پسند کی پینٹنگز اور نائلہ اُن پینٹنگز کی ڈیٹیل دونوں کو بتاتی رہی۔اُن دونوں کے جانے کے بعد نائلہ نے سوچا کے اگر وہ اِن کے ساتھ بات چیت رکھے تو مستقبل میں اُسے یوں ہی فایدہ ہوتا رہے گا کیونکہ بلال دوسری بار میں ہی اپنے ساتھ ایک اور کلائنٹ لے آیا تھا۔نائلہ یہ بات سوچتے ہوئے اپنی پینٹنگز درست کرنے میں ہی مصروف تھی کہ اُس کا فون بجا۔آنے والی کال کسی غیر نمبر سے تھی۔اُس نے فون ریسو کیا تو آگے شہریار تھا۔

"نائلہ میں شہریار بات کر رہا ہوں۔ابھی آپ سے ملاقات ہوئی تھی"

"جی شہریار!!"نائلہ کو تعجب ہوا کہ اب اِس نے کال کیوں کی ہے!!

"وہ۔۔میں نے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا"شہریار نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔جیسے وہ بات کرنے کا بہانہ تلاش کر رہا ہو۔

"او،so nice of you"نائلہ نے خوشی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اور،وہ میں بلکہ بلال کا بھی کہنا ہے کہ اگر آپ کسی دن فری ہوں تو ہم کہیں کافی پر ملیں؟؟تا کہ مجھے اور بلال کو آفس کے لیے کچھ اور پینٹنگز چاہییں "

"ضرور"نائلہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو بتا دوں گا"

"او۔کے " اور نائلہ نے فون بند کر دیا۔نائلہ کافی خوش تھی کیونکہ وہ جو سوچ رہی تھی اُسے پانے میں اُسے محنت نہ کرنا پڑی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان آج پھر باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ بات مردانگی کے خلاف تھی لیکن تھا وہ انسان ہی۔ اُس سے اب ضبط نہ ہو پایا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

اُس نے بہت محنت کی تھی۔ محنت الگ، اُس کے اپنے میوزک سے بہت سے خواب جُڑے ہوئے تھے جو صرف تین منٹ اور چالیس سیکنڈ میں ٹوٹے تھے۔

لیکن پھر وہ خاموش ہو گیا۔ دل میں عزم کیا کہ وہ کمزور نہیں پڑے گا اور عمیر، اسد اور ماریہ کو منہ توڑ جواب دے گا۔ ابھی بہت سے منزلیں باقی ہیں اور اگر ابتداء میں ہی ہار مان لی تو انتہاء اُس کی راہ تکتی رہ جائے گی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"طیبہ آپ کو پریشانی کیا ہے؟" رضاوقار نے طیبہ کو آج پھر بُلایا تھا۔

" کوئی پریشانی نہیں" طیبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر آپ اتنی خاموش کیوں ہوگئی ہیں؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو کیا فیکٹری کے کسی کام کو لے کر مجھ سے شکایت ہے؟" طیبہ کی سنجیدگی برقرار تھی۔ رضاوقار نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اتنے میں پی۔ اے چائے لے آیا۔ ایک کپ اُس نے رضا وقار اور ایک طیبہ کے سامنے رکھ دیا۔ پی۔ اے کے جانے کے بعد طیبہ اُٹھتے ہوئے بولی۔

"ابھی کافی کام ہیں۔ میں ذرا وہ دیکھ لوں" اور یہ کہ کے وہ فرکی کی رفتار سے کمرے سے باہر آگئی۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر وہ چائے پینے رُکتی تو رضاوقار اُس سے صحیح بات اُگلوالیتا اور وہ نہیں چاہ رہی تھی کہ وہ اپنے گھر کا راز باہر نکالے جبکہ رضاوقار کو بھی اندازہ تھا کہ طیبہ بات کو ٹال گئی ہے اور اِس بارے میں خود دوبارہ بات نہیں کرے گی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" کیوں بات نہیں کروں گی بھئی؟؟" نائلہ نے کافی کا کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ وہ بلال اور شہریار کے ساتھ ایک کیفے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آج تینوں نے مل کے آفس کے لیے پینٹنگز کے بارے میں بات کرنا تھی۔

"ہماری پہلی مُلاقات جیسے ہوئی تھی اور پھر آپ نے مجھے جیسے پینٹنگ دی۔ اُس سے مجھے لگا کہ آپ شدید ناراض ہیں اور دوبارہ بات نہیں کریں گی۔" بلال نے نائلہ کو جواب دے کے کافی کا کپ میز سے اُٹھا لیا۔

" میں رات گئی بات گئی والی بات پر یقین رکھتی ہوں۔" نائلہ نے مسکرا کے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے" اب کی بار شہریار نے کہا۔

"ویسے آپ لوگوں کے ذہن میں کوئی آئیڈیا کہ آفس میں کس قسم کی پینٹنگ ہونی چاہیے"" نائلہ کی اِس بات سے بلال اور شہریار اُس کے ساتھ پینٹنگز کے بارے میں بات کرنے لگے۔

اِس دوران نائلہ نے غور کیا کہ بلال کی شخصیت میں کافی کشش ہے۔ وہ باآسانی کسی کو بھی اپنے طرف کھینچ سکتا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ نے بہت بار زوہیب کو بتانا چاہا کہ وہ اب اُسے ایک دوست کی حیثیت سے نہیں دیکھتی۔ وہ زوہیب کو بتانے کے لیے کئی کئی بہانے تلاشتی۔ اِس سلسلے میں وہ اُسے کسی بھی تہوار اور فنکشن پر سرپرائز اور گفٹ دینا نہ بھولتی تھی۔

پر عمارہ اُسے صاف بتانے سے اِس لیے ڈر رہی تھی کہ کہیں زوہیب اُسے اُس طرح سے پسند نہ کرتا ہوا تو وہ اُسے دوست کی صورت میں بھی گنوا دے گی اور شاید آفس میں بھی اُس کا سامنا کرنا مشکل ہو جائے۔ کبھی اُسے لگتا کہ زوہیب بھی اُسے پسند کرتا ہے لیکن یہ صرف اُس کا خیال تھا وہ اِس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

دوسری طرف زوہیب کو بھی عمارہ کی عادت سی پڑتی جا رہی تھی۔ اگر وہ آفس نہ آتی تو اُسے دن نامکمل سا لگتا۔ یا کبھی بوتیک سے اُسے آفس آنے میں دیر ہو جاتی تو وہ اُس کے انتظار میں بار بار گھڑی دیکھنے لگتا۔ زوہیب نے بہت بار عمارہ کو یہ شو کیا کہ اُسے اُس کا خیال اپنے خیال سے بڑھ کے ہے لیکن عمارہ نے اُسے کبھی کچھ کُھل کے نہیں کہا تھا کہ وہ بھی اُس سے محبت کرنے لگی ہے۔ زوہیب انتظار کرتا رہا اور پھر ایک دم وہ ہو گیا، جس کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار نہ تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ رات کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی اور اُس کے ذہن میں رضا وقار کی باتیں چل رہی تھیں۔

"مجھے توقع نہ تھی کہ نائلہ ایسے رِایکٹ کرے گی۔ اُسے اِس بات کا احساس نہ ہوا کہ اُس کی ماں بس سٹاپ پر دھوپ میں نجانے کتنی دیر کھڑی رہی لیکن اُسے اِس بات کی پرواہ ہے اُس کی ماں ایک شخص کے ساتھ گاڑی پر گھر کیوں آئی؟ اور اگر گاڑی والے کے ساتھ گھر آئی تو اُس کا گاڑی والے کا ساتھ ضرور کوئی چکر ہی ہوگا۔ آپ نے اُن کے لیے جتنی قربانیاں دی ہیں، اُنھیں اُن کا کم از کم خیال کر لینا چاہیے"۔

طیبہ، رضا وقار کی جتنی باتیں سوچتی، اُس کا ذہن اُس قدر ماؤف ہوتا چلا گیا۔ برتن دھونے کے بعد وہ صحن کی طرف چلی گئی۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ اُسے رضا وقار سے اِس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ کمرے میں جاتے جاتے اُس کی نظر نائلہ پر پڑی اور وہ رُک گئی۔ اُس کے کمرے کا دروازہ کُھلا ہوا تھا اور وہ پینٹنگ بنا رہی تھی۔ نائلہ کو معلوم تھا کہ طیبہ پیچھے کھڑی ہے مگر وہ اُسے نظر انداز کر کے پینٹنگ بنانے میں لگی رہی۔

نائلہ کے ہاتھ کنوس پر چلتے چلتے کمزور پڑ گئے۔ اُسے احساس ہوا کہ اُس نے غلطی کی ہے۔ اُس کے دل نے کہا کہ شاید رضا وقار کو واقعی ماں پر ترس آیا ہو اور وہ گھر ڈراپ کرنے چلا آیا لیکن پھر ذہن نے کہا کہ اب ماں شام گئے گھر آ رہی ہے تو اِس کی کیا وجہ ہے؟ اب تو وہ اِس بارے میں کوئی صفائی بھی پیش نہیں کر رہیں۔ کبھی وہ سوچتی کہ اگر ماں شادی کرنا چاہے تو اُس کا حق ہے یہ۔ پھر ذہن میں خیال آتا کہ وہ سوسائٹی کو کیسے فیس کرے گی!!!۔ وہ اِن خیالات کو جھٹک کے کام کرنا چاہ رہی تھی مگر اُس کے ہاتھ کنوس پر نہیں چل رہے تھے۔ آخر اُس نے فیصلہ کیا اور طیبہ کے کمرے کی طرف چل پڑی پر تب تک طیبہ سو چکی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان نے اب ایک سکول جوائن کرلیا تھا جہاں وہ بطور میوزک ٹیچر کام کر رہا تھا کیونکہ ایک اور سٹوڈیو میں اُس نے ریکارڈنگ شروع کر دی تھی۔ وہ اب کی بار پہلے جیسی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا اور اُس نے دل میں پکا ارادہ کیا ہوا تھا کہ کچھ بھی ہو، وہ گانے کی ریکارڈنگ مکمل ہونے کے بعد میوزک ڈائریکٹر کو پے منٹ کر دے گا جبکہ ریحان جلد از جلد ویڈیو بھی بنا کے ریلیز کرنا چاہتا تھا اور وہ اسد کے منہ پر پیسے مار کے اُس سے اپنے ریکارڈ کیے گئے گانے بھی نکلوانا چاہتا تھا۔ منزلیں بہت سی تھی اور پیسہ اور وقت کم تھا لیکن ریحان کو خود پر یقین تھا کہ وہ یہ سب کر لے گا۔

اُسے معلوم تھا کہ اُس کا گایا ہوا گانا نہ صرف ہِٹ ہو چکا ہے بلکہ عمیر کے نام سے مشہور بھی ہے اور یہی بات اُسے چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ وہ شب و روز محنت کر رہا تھا۔ دوسری طرف بظاہر طیبہ اور نائلہ کے درمیان رنجش کم ہو گئی تھی لیکن دل کے کسی کونے پر کئی شکوے ابھی باقی تھے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ بہت پریشان تھی لیکن وہ کسی کو بتا نہیں رہی تھی اور رُباب نے یہ بات نوٹس کر لی تھی۔ اِس لیے رُباب عمارہ کو شاپنگ کے بہانے سے باہر لے آئی تھی تا کہ وہ آفس کے ماحول سے فریش ہو کے اُسے بتا دے کہ آخری کیا پریشانی ہے کہ جس سے اُس کا منہ اِس قدر لٹک گیا ہے۔ عمارہ نے اُسے جب بتایا کہ وہ زوہیب کو پسند کرتی ہے تو رُباب کو یہ بظاہر کوئی خاص پریشانی نہیں لگی تھی۔

"تم زوہیب کو بتا کیوں نہیں دیتی؟ اگر کہو تو میں بات کروں؟" رینک پر کپڑے واپس رکھتی عمارہ کو رُباب نے کہا۔

" کیونکہ!!!" عمارہ کے چہرے پر اداسی عیاں تھی۔

" کیا ہوا؟؟ اُس نے کیا تمھیں کچھ کہا ہے؟" رُباب نے عمارہ کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اُس نے کچھ نہیں کہا اور یہی تو مسلہ ہے"۔ عمارہ نے مُرجھائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ تم کیا کہہ رہی ہو" رُباب نے جھنجلا کے کہا۔

"میں تمھیں تفصیل سے بتاتی ہوں پر ابھی یہاں نہیں"۔ یہ کہہ کے عمارہ، رُباب کے ساتھ دوکان سے باہر آ گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میرے گھر چلو، آرام سے بیٹھ کے بات کرتے ہیں، شاید میں تمھاری اِس سلسلے میں مدد کر سکوں"۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار صوفے پر بیٹھا چیک تو ای۔میلز کر رہا تھا لیکن اُس کا ذہن کئی اور ہی الجھا ہوا تھا۔اُسے اِس بات کی خوشی تھی کہ نائلہ کا طیبہ کے ساتھ رویہ بہتر ہو گیا ہے۔اُسے طیبہ سے ہمدردی ہو رہی تھی۔اُس نے کئی بار طیبہ سے کہنا چاہا کہ وہ اُس کا سہارا بننا چاہتا ہے لیکن اُسے یہ کہنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔اور پھر وہ یہ سوچ کے بھی رُک جاتا تھا کہ خدا جانے زوہیب کا کیا ردِعمل ہو گا۔

"میں عریشہ سے بھی بے وفائی کروں گا لیکن میں نے عریشہ کے ساتھ جو کیا شاید طیبہ سے شادی اور اُس کی پریشانیاں دور کر کے اِس غلطی کا ازالہ کر سکوں اور اگر اِس حرکت سے طیبہ کی زندگی میں مزید پریشانیاں پیدا ہو گئیں تو!!!"

رضاوقار کو عریشہ کا خیال بھی آنے لگا جو اُس کی زندگی میں شاید کبھی نہیں آیا تھا۔

اُس کا ذہن بار بار پلٹی کھا رہا تھا۔

" کیا میں سب چھوڑ چھاڑ کے ایک بار پھر پاکستان سے باہر چلا جاوں!!! لیکن ایسا کر کے تو میں ماضی کی غلطی دوہراوں گا"

رضاوقار کو خود بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ ،طیبہ کے لیے دل میں ہمدردی رکھتا ہے یا اِس عمر میں اُن کا دل ایک بار پھر مچل رہا ہے۔

رضاوقار بلاوجہ کتنی بار پڑھی ہوئی ای۔میلز میں جاتا اور واپس آجاتا۔اُس کا دماغ سوچ سوچ کے شل ہو گیا تھا۔کسی بھی ای۔میل کا جواب دینے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔تھک ہار کے اُس نے لیپ ٹاپ میز پر رکھ دیا اور صوفے پر ہی نیم دراز ہو کے آنکھیں بند کر لیں۔

ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ رضاوقار کی آنکھ زوہیب کی آواز سے کُھل گئی۔

"پاپا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

زوہیب نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہاں میں ایک دم فٹ" یہ کہتے ہوئے رضاوقار صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم کہاں غائب رہتے ہو؟"

" میں بھی یہی سوچ رہا ہوں پاپا کہ آپ کہاں غائب رہتے ہیں !!!"زوہیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جس پر رضاوقار کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"یار میں تو بس یہی ہوں۔۔۔تم بتاو !! کام ٹھیک ہے؟ کوئی مشکل تو نہیں ہو رہی ؟ ؟"

"نہیں پاپا۔ کام تو ٹھیک ہے پر بس تھوڑا دل پتہ نہیں کیوں اداس سا ہے !!"۔زوہیب نے بات ختم کرنے کے بعد لمبی سانس لی اور ملازمہ دونوں کے لیے چائے لے آئی۔

"بلقیس تھوڑے سے نگیٹس بھی فرائی کر دو"۔ملازمہ کے میز پر چائے لگاتے دوران زوہیب نے اُسے آرڈر دیا اور وہ جی صاحب جی کہتی ہوئی دوبارہ کچن کی جانب چلی گئی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ یہاں آ کے تم ایک کے بعد ایک مسلے میں الجھے رہے ہو" رضاوقار نے چائے کا مگ اُٹھا لیا۔"یار کیوں نہ کچھ دن کے لیے ناردن ایریاز چلیں !!تمھارا بھی مائنڈ فریش ہو جائے گا"

رضاوقار کی بات پر زوہیب نے اُس کی طرف دیکھا۔

" کیا مطلب پاپا !!!تمھارا بھی ؟؟ آپ کو بھی کوئی ٹینشن ہے؟"زوہیب نے تجسس سے پوچھا۔

لیکن رضاوقار بات گول کر گیا۔

"یار سب صورتِ حال تو تمھارے سامنے ہے پر تم بتاو۔تم کیوں پریشان ہو؟" رضاوقار نے محسوس کیا تھا کہ زوہیب کافی سنجیدہ بھی ہے۔

"پاپا اصل میں، میں عمارہ کو پسند کرنے لگا ہوں !!!"زوہیب نے چائے کگ کو گھورتے ہوئے کہا اور اُس کی اِس بات پر رضاوقار کے چہرے پر یک دم خوشی آ گئی۔

"ارے واہ۔زبردست،وہ ہے بھی بہت اچھی لڑکی۔اُس کا کیا ردِعمل تھا اِس بات پر؟" رضاوقار کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چہرے پر خوشی تو قابلِ دید تھی ہی اب اُس کا تجسس بھی بڑھ رہا تھا۔

"پاپا۔ میں نے ابھی اُسے بتایا نہیں۔۔۔" زوہیب نے رضاوقار کی طرف دیکھ کے کہا۔

"تو بھئی اُسے بتاو۔ مجھے کیوں بتا رہے ہو؟ میں عمارہ تھوڑی ہوں۔۔۔"

"پاپا میں اُسے بتا تو دیتا پر۔۔۔"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"پر آپ ایک بار سن لیں !!!" ریحان نے اصرار کیا۔ جس کے بعد اُس کا گانا کمپیوٹر میں کاپی کیا گیا۔

ریحان ایک معروف ٹی وی چینل کے آفس میں تھا اور وہ اپنا گانا دینے آیا تھا۔ اُس نے دن رات محنت کر کے نہ صرف گانا تیار کرلیا تھا بلکہ ویڈیو بھی بنالی تھی۔ اُس کی خوشی کا اُس وقت کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب اُسے بتایا گیا کہ اُس کا گانا چینل کے ایم۔ ڈی نے بہت پسند کیا ہے۔

ریحان گھر آیا تو بے حد خوش تھا۔ ساتھ ہی اُسے پریشانی اِس بات کی تھی کہ وہ اِس گانے اور ویڈیو پر اپنی اب تک کی ساری جمع پونجی لگا چکا ہے اگر اُس کا گانا لوگوں میں کلِیک نہ ہوا تو اُسے اتنی ہی محنت دوبارہ کرنا پڑے گی۔

ریحان گھر میں داخل ہوا تو اُس نے نائلہ اور طیبہ کو صحن میں بیٹھا پایا جو پاگلوں کی طرح ٹی۔ وی پر آنے والے ایک کوکنگ شو سے کھانے کی ترکیبیں نوٹ کرنے میں کم اور گڈمُڈ کرنے میں زیادہ مصروف تھیں۔

ریحان نے جب دونوں کو یہ بات بتائی کہ اُس کا گانا نہ صرف بہت پسند کیا گیا ہے بلکہ کل سے ٹی۔ وی چینلز سے آن ایر ہوگا تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

"اِس خوشی میں ریحان عظیم کی اگلی میوزک ویڈیو میں پروڈیوس کروں گی" نائلہ نے با آواز اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کر کے کہا۔

"تمھیں پتہ ہے کہ پروڈیوسر کون ہوتا ہے؟" ریحان نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"جانتی ہوں۔ پر مجھے خوشی اِس بات کی ہوگی کہ میوزک ویڈیو پر میرا نام آئے گا اور اِسی خوشی سے میرے پیسے لگنے کا غم ،غلط ہو جائے گا" نائلہ نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"لوگ تو کہتے ہیں کہ میرا نام نہ آئے اور تم کہتی ہو کہ میرا نام آئے !!!" ریحان کی اِس بات پر نائلہ قہقہہ لگا کے ہنسنے لگی۔

دونوں کو خوش دیکھ کے طیبہ بھی بے حد خوش تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ میری عمر بھر کی محنت ضائع گئی" طیبہ نے اپنی منفی سوچوں کو مسکراتے ہوئے جھٹک دیا۔ اتنے میں نائلہ، طیبہ سے مخاطب ہوئی اور پھر تینوں باتیں کرنے لگے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"تم نے نہ اُس سے پوچھا نہ کسی کو بتایا اور ہاں بھی کر دی اور اب ہاں کرنے کے بعد اُسے اور مجھے بتا رہی ہو!!!" رُباب کو عمارہ پر غصہ آ رہا تھا۔

"یار یہ سب بہت اچانک ہوا ۔مما نے مجھے بہت پریشرائز کیا کہ میں سرمد کے پرپوزل کے لیے ہاں کروں!! وہ پرپوزل لے کے آئے اور اُسی وقت میرے گھر والوں نے اُنھیں گرین سگنل دے دیا۔ وہی بکواس رشتے داری۔ مجھے تو اب پتہ چلا کہ بچپن سے ہی ہم دونوں کی بات طے کر رکھی تھی اور میں اسد سے ذرا ہنس کے بات کر لیتی تھی تو گھر والوں نے سمجھا کے ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ کیا کزنز آپس میں ہنس کے بات نہیں کر سکتے!!"

رُباب اب سمجھ گئی تھی کہ عمارہ کو کس صورتِ حال سے گزرنا پڑا ہے۔

"میں نے ہاں تو کر دی ہے لیکن میں زوہیب کو ذہن سے نکال نہیں پا رہی۔ میں نے اپنے آپ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ شاید زوہیب کے بارے میں میری فیلنگز وقتی ہو مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احساس ہو رہا ہے کہ جو ہوا غلط ہوا!!!" عمارہ کافی افسردہ تھی۔ وہ، رُباب کے ساتھ اُسکے گھر کے لون میں بیٹھی ہوئی درختوں کو گھور رہی تھی، جن پر بیٹھے پرندوں کو دیکھ کے اُسے احساس ہوا کہ صرف پرندے ہی آزاد ہیں ورنہ تو انسان آزاد ہوتے ہوئے بھی کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی وجہ سے قید ضرور ہے۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اتنے میں رُباب کی والدہ آ گئیں۔

"چلو بچوں اندر آ جاو۔ شام کا وقت ہو رہا ہے اور اِس وقت باہر لون میں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔" اور وہ یہ کہ کے اندر چلی گئیں۔ اُن کے جانے کے بعد عمارہ اور رُباب بھی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور اندر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئیں۔ جہاں رُباب کی والدہ نے میز کو سموسوں، بسکٹس، نگیٹس اور ڈرائی فروٹ سمیت نا جانے کن کن اشیاء سے سجوا دیا تھا۔ ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھنے کے بعد رُباب نے بات کرنے میں پہل کی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"زوہیب نے کبھی تمھیں یہ شو کیا کہ وہ تمھیں پسند کرتا ہے؟" رُباب سے پوچھا جیسے وہ کوئی راستہ نکالنا چاہ رہی ہو اور ساتھ میں کیتلی سے چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

"اُس نے شو تو کئی بار کیا مگر کُھل کے اِس بارے میں کبھی کچھ نہیں کہا"۔

رُباب، عمارہ کے لیے چائے کپ میں ڈال چکی تھی۔

"تو تم نے اُسے کیوں نہیں بتایا!!!" کہتے ہوئے رُباب نے چائے کا کپ عمارہ کی طرف بڑھایا۔

"میں زوہیب کے ساتھ کام کرتی ہوں!!! اگر وہ مجھے پسند نہ کرتا ہوا تو میں اُسے فیس کیسے کروں گی!!!"۔

عمارہ کے اِس جواب میں رُباب کے لیے سوال بھی تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن عمارہ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"رُباب، میں نے اُسے سرمد کے حوالے سے بھی اشاروں اشاروں میں بتایا۔ اِس لیے کہ شاید وہ کبھی سرمد سے جیلس ہو کے ہی بول دے گا کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے مگر اُس نے ایک بار بھی ایسا نہ کہا۔ ایک بار بھی، کبھی غلطی سے بھی نہیں!!!"

عمارہ کافی بے چین ہو گئی تھی۔ وہ اِس بات کی توقع کر رہی تھی کہ زوہیب اُس کی طرف بڑھے گا مگر ایسا کچھ نہیں ہو پایا تھا!!!

"اور اگر وہ تمھارے ایسا کرنے سے یہ سمجھا ہو کے تم سرمد کو چاہتی ہو، اِس لیے آگے نہ بڑھا ہو تو پھر!!!"۔

رُباب کی اِس بات پر عمارہ بُت بن گئی اور اُس کے پاس اِس خدشے کا کوئی جواب نہ تھا۔

"عمارہ کیا اگر زوہیب تمھیں چاہتا ہوا تو کیا تم اپنے گھر والوں کے سامنے اب اُس کے لیے سٹینڈ لے لو گی؟"

عمارہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے کیا نہیں لیکن اب اُس نے فیصلہ کیا کہ رُباب نے جو مشورہ دیا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اُس پر عمل کر لے گی کیونکہ اُس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ اور بلال زیادہ تر الحمراء آرٹ گیلری میں ملتے تھے۔ بلال نائلہ کی ایگزیبیشنز میں ضرور آتا تھا اور ایگزیبیشن کے بعد دونوں یا تو الحمراء آرٹ گیلری کے کیفے یا باہر گارڈنز میں بیٹھ جاتے تھے۔

پر آج جب بلال، نائلہ سے ملا تو اُس نے اصرار کیا کہ وہ الحمراء آرٹ گیلری میں نہیں بیٹھنا چاہتا بلکہ نائلہ اُس کے ساتھ انارکلی بازار چلے۔

دونوں بازار گئے۔ بہت سی دوکانوں میں بلاوجہ گُھسے۔ اِس موقعے پر نائلہ نے سب سے زیادہ سموسے اور چاٹ کے مزے اُڑائے جبکہ بلال دو مختلف دوکانوں پر نظر آنے والی ایک چیز کی قیمتوں کا موازنہ کرتا رہا۔

انارکلی بازار سے جب دونوں باہر آئے تو بلال، نائلہ کو ایک بُک ڈپو میں لے کے گُھس گیا جہاں سے اُس نے رنگ اور دو کنوس خریدے اور نائلہ سے اصرار کیا کہ وہ اُس کے سامنے اُس کے لیے ایک پینٹنگ بنائے۔ جس پر نائلہ نے ہنستے ہوئے اُس کی بات مان لی اور یہ شرط رکھی کہ وہ جو بنائے گی اچھی ہو یا بُری، اُسے چُپ چاپ وہ پینٹنگ اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں لگانی پڑے گی اور بلال نے خوشی خوشی نائلہ کی یہ شرط مان لی۔

جس کے بعد دونوں پنجاب یونیورسٹی کے آرٹ اینڈ ڈیزائن ڈیپارٹمنٹ کے باہر بیٹھ گئے۔

نائلہ نے کنوس اپنے سامنے سیٹ کیا اور بلال سے کہا کہ وہ کنوس کے سامنے بیٹھ جائے اور جب تک کہے نہیں، وہ اُٹھ کے دیکھنے کی کوشش بھی نہ کرے۔ نائلہ نے سارے رنگ اپنے بیگ سے نکالے اور اُنھیں ترتیب سے اپنے سامنے پھیلا لیا۔

وہ جب ہاتھ چلانے لگی تو اُس کے ہاتھ لرزنے لگے۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ خدا کی اِس خوبصورتی کو کنوس پر نہیں اُتار سکے گی لیکن جیسے جیسے اُس کے ہاتھ چلنے لگے اُس کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہونے لگی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ کو خود یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہاتھ اُسی کے ہیں جو کنوس پر چل رہے ہیں۔ وہ بہت بار بلال کے سراپے پر ڈگمگائی بھی۔ پھر آدھے گھنٹے بعد اُس نے بلال سے کہا کہ وہ پینٹنگ دیکھ سکتا ہے۔ بلال نے نائلہ کی پینٹنگ دیکھی تو حیران رہ گیا اور اُس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"جو کام میری اماں نہیں کر سکیں وہ تم نے کر دیا۔ تم تو میرا اُجڑ واں بھائی اِس دنیا پر لے آئی ہو" بلال کی اِس بات پر نائلہ کھلکھلا کے ہنس پڑی اور اُس نے بلال کے سر پر ایک تھپکی لگائی۔

اُسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ بلال کا اتنا پرفیکٹ پوٹریٹ بنا لے گی۔

اُس کے بعد بلال اُسے تنگ کرنے لگا کہ اُس کے منہ پر یہ نقص نہیں جو اُس نے اِس پینٹنگ میں ڈال دیا ہے اور نائلہ اُس کی باتیں سن سن کے خوش ہوتی رہی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار نے آج طیبہ سے بہت اصرار کیا تھا اور بل آخر اُس نے رضاوقار کے اصرار کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور اُس کے ساتھ جوس پینے چلی گئی۔ طیبہ کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ رضاوقار سے صرف کام کے سلسلے میں ملے اور رضاوقار کی خواہش تھی کہ طیبہ اُس سے صرف کام کے سلسلے میں ہی نہ ملے۔ وہ باتوں باتوں میں کبھی طیبہ کو اچھے ریسٹورنٹس کے بارے میں بتاتا تو کبھی اپنی پسند کے جوسیس اور کافیوں کا ذکر کرتا۔ لیکن طیبہ ہمیشہ اچھا، ہوں، ہاں کا ہی سہارا لیتی اور بات گول کر جاتی۔

پر آج صبح سے رضاوقار نے ڈھنڈورا پِٹ رکھا تھا کہ اُسے جوس پینا ہے اور وہ بھی ایک جوس کارنر سے۔ مگر اُس کو کمپنی دینے والا کوئی نہیں۔ سو طیبہ اُس کے ساتھ چلے۔ طیبہ نے لاکھ بہانے بنائے مگر اُسے آخر کار ہار ماننا پڑی۔

رضاوقار نے اپنے پسندیدہ جوس کارنر کے باہر گاڑی کھڑی کی اور دو پائین ایپل جوس آرڈر کیے۔ طیبہ خاموش تھی اِس لیے رضاوقار نے خاموشی توڑنے کا ارادہ کیا اور ایسے ہی طیبہ کو بتانے لگا۔

"میں روز صبح واک کے بعد یہاں جوس پینے آتا ہوں لیکن اِس ٹائم اکثر یہاں آتا ہوں !! صبح کے وقت تو جلدی میں احساس نہیں ہوتا لیکن شام کو بعض اوقات کافی اکیلا محسوس کرتا ہوں۔۔" طیبہ نے رضاوقار کی اِس بات کا کوئی جواب نہ دیا سوائے اُس کا منہ دیکھنے کے۔ طیبہ کی طرف سے کوئی سوال یا جواب نہ پا کے رضاوقار پھر بولنے لگا۔

"آج کے بچے کافی جذباتی ہو گئے ہیں ویسے وہ خود کوئی غلطی کرتے ہیں تو اپنے ماں باپ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اُنھیں کچھ نہیں کہیں گے لیکن اگر ماں باپ ذرا کچھ کر لیں تو فٹ ناراض !!! میرا بیٹا زوہیب بھی پہلے ایسا ہی تھا مگر اب اُسے احساس ہو گیا ہے کہ ماں باپ کبھی غلط نہیں ہوتے"۔

"صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ کبھی بھی کوئی بھی انسان غلط نہیں ہوتا۔ یہ حالات ہی ہوتے ہیں جو انسان کو کسی بھی سمت لے جاتے ہیں"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ویٹر جوس لے آیا اور دونوں جوس پینے لگے۔ اور رضا وقار، طیبہ کو پھر باور کروانے لگا کہ اُس کے بچے اُس کے ساتھ کبھی کبھی زیادتی کر جاتے ہیں۔

"طیبہ میرے خیال میں آج کل ماں باپ اپنے بچوں کو جس قدر سپیس دیتے ہیں، بچوں کو بھی اپنے ماں باپ کو دینی چاہیے۔ جیسے کہ جب ماں باپ اپنے بچے کو اپنی پسند سے شادی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں تو پھر بچوں کو بھی چاہیے نا کہ وہ اپنے سنگل پیرنٹ کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا تھوڑا سا تو اختیار دیں۔ اب دیکھیں ناں! نائلہ خود بھی تو لڑکوں میں اُٹھتی بیٹھتی ہے، آپ نے تو ایشو نہیں بنایا کبھی کوئی "

طیبہ کو اچھا نہ لگا کے رضا وقار نے نائلہ کے بارے میں ایسا کہا ہے۔

"میں مانتی ہوں لیکن وہ کبھی کسی لڑکے کے ساتھ گاڑی پر گھر نہیں آئی ہے، ۔ شاید آئی ہوتی تو میرا ردِعمل بھی وہی ہوتا جو کہ اُس کا تھا۔ آفٹر آل وہ بھی جانتی ہے کہ میں مردوں کے ساتھ کام کرتی ہوں"۔۔۔

لیکن رضا وقار نے بھی دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ ہار نہیں مانے گا۔

"میں نے بہت سی جگہوں پر دیکھا ہے طیبہ کے والدین تو اپنے بچوں کی پسند کی شادی کو قبول کر لیتے ہیں لیکن اگر کبھی سنگل پیرنٹ شادی کر لے تو بچوں کو فکر پر جاتی ہے کہ وہ معاشرے کو کیا منہ دیکھائیں گے!!!"

طیبہ کو سمجھ نہ آئی تھی کہ رضا وقار نے یہ بات کیوں کی ہے۔ وہ اُسے جواب دینے ہی والی تھی کہ ایک دم ٹھٹک گئی کیونکہ ساتھ میں جو بائیک آکر کھڑی ہوئی تھی وہ ریحان کی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زارا نے نائلہ کو بتایا کہ اسماء خالہ اصرار کر رہی ہیں کہ وہ اُنھیں قائدِ اعظم لائبریری کی ایک پینٹنگ بنا کے دے جو اُنھوں نے اپنے گھر کے لاؤنج میں لگانی ہے۔ نائلہ نے حامی بھر لی اور جناح باغ کا رُخ کر لیا۔ بلال نے ضد کی کہ وہ اُس سلسلے میں نائلہ کو کمپنی دینا چاہتا ہے۔ اور بس پھر نائلہ اپنے کالج کے بعد جناح باغ پہنچ جاتی اور بلال لنچ بریک لے کے آفس سے سیدھا اُس کے پاس چلا آتا۔ بلال کی موجودگی میں نائلہ کام کم ہی کر پا رہی تھی۔ بلال کا ذوقِ مزاق بہت خوب تھا اِس لئے وقت بہت اچھا گزر رہا تھا۔ اِن دِنوں میں نائلہ نے بلال کے ساتھ ہر پل کو بہت انجوائے کیا۔ یہ پینٹنگ دو دن میں بن جانی تھی لیکن نائلہ نہیں چاہ رہی تھی کہ یہ وقت جلدی سے گزر جائے۔ اِس لیے ایک پینٹنگ کو بننے میں پانچ دن لگے اور اِس دوران دونوں کو مزید قریب آنے کا موقع مِلا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ، زوہیب کے آنے سے پہلے اُس کے آفس آگئی تھی اور وہ اُس کی میز پر پڑی کتاب دیکھ رہی تھی کہ وہ بھی کمرے میں داخل ہوگیا۔ عمارہ کو دیکھ کے زوہیب نے بہت پُر جوش انداز میں ہیلو کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

" کیا ہوا صبح سویرے تمھارے منہ پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں؟" زوہیب نے بیٹھتے ہوئے نوٹس کیا کہ عمارہ کا موڈ تھوڑا آف ہے۔

"بس ایسے ہی" عمارہ نے کتاب واپس زوہیب کے میز پر رکھ دی۔

" کیا ہوا!! سرمد سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟ زوہیب نے زبردستی کا ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ میرے بارے میں کوئی فیلینگز نہیں رکھتا۔ رکھتا ہوتا تو اب تک جان چکا ہوتا" عمارہ نے سوچا اور زوہیب کو نفی میں سر ہلا دیا۔

"زوہیب میں نے presentation بنالی ہے" ساتھ ہی عمارہ اپنے ہینڈ بیگ سے یو۔ایس۔ بی نکالنے لگی۔

"فارگارڈ سیک عمارہ!! ہم کام کے علاوہ بھی کوئی بات کر سکتے ہیں؟ کبھی کوئی اپنی بات!! میں نوٹس کر رہا ہوں کہ اب کتنا عرصہ ہوگیا کہ ہم صرف کام کی ہی بات کرتے ہیں۔" زوہیب عمارہ کی بات پر چڑ گیا تھا۔

" کیا اپنی باتیں زوہیب؟" عمارہ نے روکھے انداز میں کہا۔

"یار جب سے تمھاری انگیج منٹ ہوئی ہے تم مجھ سے کیوں کھچی کھچی سی رہنے لگی ہو!! سرمد کو تمھارے، میرے ساتھ کام کرنے پر کوئی اعتراض ہے؟"

"زوہیب ایسا کچھ نہیں ہے" عمارہ نے میز کی جانب اپنا منہ کرلیا۔

"ایسا ہی ہے ورنہ تم پہلے ایسے بیحو نہیں کرتی تھی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کیسا ہے!!" زوہیب نے عمارہ کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زوہیب میں تم سے پیار کرتی ہوں !!!" عمارہ نے سر اُٹھا کے زوہیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہا اور پھر سب بدل گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں کیوں بدلوں گا یار!! کیا ہو گیا ہے؟ بچوں جیسی باتیں نہ کرو"۔ بلال نے چِڑتے ہوئے کہا۔
نائلہ اور بلال الحمراء آرٹ گیلری کے باہر سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نائلہ اوپر کی سیڑھی پر تھی اور بلال اُس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھا تھا۔
"اچھا تو میں ناں سمجھو!!!" بلال منہ سے کہہ رہا تھا کہ میں ناں سمجھوں ساتھ ہی اپنی مُٹھی میں پکڑی انگھوٹی نائلہ کی مزید آگے کر رہا تھا۔
"بلال میں۔۔۔" نائلہ جھجک رہی تھی اور پھر اُس نے جھجکتے ہوئے انگھوٹی اُٹھا لی۔
"اُف شکر ہے!!!" بلال نے لمبی سانس بھر کے کہا۔
بلال کب پینٹنگز سے ہٹ کے نائلہ کے بارے میں سوچنے لگا تھا اِس کا اُسے خود اندازہ نہیں ہوا تھا لیکن جب اُس نے زیادہ محسوس کیا تو نائلہ کو ڈائریکٹ پرپوز کر دیا یہ سوچے بِنا کے اِس کے نتائج کیا ہونگے۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہ تھی کہ اُسے لڑکیوں کی کمی تھی۔ وہ اپنے آفس میں اچھی خاصی پوسٹ پر فائز تھا اور اُس کا آفس میں سب کے ساتھ رویہ بھی بہت دوستانہ تھا۔ اِس لیے ہر وقت کوئی نہ کوئی اُسکے کمرے میں منڈلاتا ہی رہتا تھا۔ اِس کے علاوہ بلال کا لوگوں سے ملنا جُلنا بھی کافی زیادہ تھا۔ وہ پارٹیوں اور دعوتوں میں بھی بہت جاتا تھا لیکن اُس نے نائلہ جیسی سادہ، صاف گو اور پُرکشش لڑکی نہ دیکھی تھی۔ اُسے خدا نے قدرتی خوبصورتی بہت دے رکھی اور اُس نے اپنی خوبصورتی کو میک اپ کے سپرد ہرگز نہ کیا تھا۔ وہ ماڈرن لباس نہیں پہنتی تھی لیکن سادہ سی شلوار قمیض بھی اِس انداز سے پہنتی تھی کہ وہ بھی اُس پر بہت جچتی تھی۔
"ویسے بہت ہی ٹپیکل وے میں پرپوز کیا ہے۔" نائلہ نے انگھوٹی پہنتے ہوئے شرارت سے بلال کو چھیڑا
"اور رِنگ بھی خود نہیں پہنائی "۔
" صحیح کہتے ہیں۔ لڑکیاں بہت ناشکری ہوتی ہیں!!!" بلال نے منہ بنا کے کہا اور اُس کی شکل دیکھ کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"تو صحیح بات ہے ناں!! یہاں سیڑھیوں پر!!! رِنگ دے کے!!! ایسا لگ رہا جیسے گلے سے اُتار رہے ہو!!

"نائلہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بظاہر تو بلال کو چھیڑ رہی تھی لیکن دل ہی دل میں بہت خوش تھی۔ اُسے بار بار یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ اب کسی بھی مشکل وقت میں تنہا نہیں ہوگی بلکہ ہر قدم پر اُس کے ساتھ بلال ہوگا، جو گرتے ہوئے اُس کا ہاتھ تھام لے گا۔ ساتھ میں ہی وہ اِس احساس سے ہواوں میں اُڑ رہی تھی کہ ایک ہینڈسم، خوبصورت، پڑھا لکھا امیر لڑکا اُسے ملا ہے۔

"چلو آو پھر میں تمھیں کسی اچھے ریسٹورنٹ میں دوبارہ پرپوز کرتا ہوں" بلال نے ایک دم اُٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی شاہی انداز میں" یہ کہ اُس نے نائلہ کا ہاتھ پکڑ کے اُسے بھی کھڑا کر لیا۔

"اِتنا سٹیمنا ہے تمھارا؟" نائلہ نے کھڑے ہو کے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ بلکہ اِس سے بھی کئی زیادہ"۔ اُس کی اِس بات پر نائلہ کھلکھلاء کے ہنس پڑی اور دونوں گاڑی کی طرف چلنے لگے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اِس طرح ہمیں ساتھ چلتا ہوا کوئی بھی دیکھ سکتا ہے اور پھر آپ کو پتہ ہے، جتنی منہ اُتنی باتیں "طیبہ ہمیشہ کی طرح ڈری ہوئی تھی۔

"اوہو طیبہ۔ کچھ نہیں ہوتا !!لوگوں کو بنانے دیں باتیں !!!لوگوں کا تو کام ہی باتیں کرنا ہے" رضاوقار نے طیبہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"پر اگر بچوں میں سے۔۔۔" رضاوقار نے طیبہ کی آدھی بات کاٹ دی۔

"طیبہ آپ کچھ بُرا نہیں کر رہیں۔ گھر سے آفس اور آفس سے گھر۔ آپ کی بھی کوئی لائف ہے تفریح کرنے یا فریش ہونے کا پورا حق ہے آپ کو۔ اینڈ پلیز آپ کانفیڈنٹ ہو جائیں اِس معاملے میں، آپ کے ڈرنے کی وجہ سے آپ کے بچے آپ کو واقعی چور سمجھیں گے"۔

طیبہ نے مسکراتے ہوئے رضاوقار کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جیسے سب جان چکی ہو کہ وہ اصل میں کہاں غلط تھی جبکہ رضاوقار نے غور سے طیبہ کی آنکھیں دیکھی جن کے باہر حلقے پڑے ہوئے تھے اور اِس وجہ سے اُن آنکھوں کا حُسن تھوڑا ماند پڑ گیا تھا پر اُن میں چھپی کئی محرومیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

اُس وقت رضاوقار نے دل میں فیصلہ کیا کہ ہمیشہ وہ اپنی ضد پر اڑا ہے اور اِس بار بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

اُسے یہ احساس ہونے لگا کہ اِس عمر میں درحقیقت اُس کا دل مچل رہا ہے۔

شاپنگ کے دوران طیبہ کے منع کرنے کے باوجود رضاوقار نے اُس کے لیے بھی کچھ سوٹ لیے۔ ابھی وہ مارکیٹ میں گھوم ہی رہے تھے کہ رضاوقار کو گول گپوں کی ایک ریڑھی نظر آئی۔

"طیبہ پلیز اب مجھے انکار مت کیجیے گا۔ گول گپے مسٹ ہیں"۔ رضاوقار نے ایسے فرمائش کی تھی جیسے کوئی آٹھ یا نو سال کا بچہ کرتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ طیبہ انکار نہ کر پائی۔ دونوں گول گپے کھانے میں مگن تھے لیکن طیبہ کو اِس بار بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اُنھیں ایک بار پھر کسی نے ایک ساتھ دیکھ لیا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب ،رُباب اور عمارہ ایک کیفے میں بیٹھے ہوئے تھے۔رُباب کافی پی رہی تھی جبکہ زوہیب اور عمارہ کے کافی کے مگز ویسے کے ویسے پڑے ہوئے تھے۔

"تم لوگوں کی امریکہ سے واپسی کب ہوگی؟"عمارہ نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

" ایک ہفتے تک۔لیکن اِس دوران تم نے اپنی والدہ کوآرام سے کنونس کرنا ہے تم نے جذبات میں آکے فیصلہ کیا تھا اور تم ساری زندگی سرمد کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر پاو گی"رُباب ،عمارہ کو سمجھا رہی تھی۔

عمارہ دونوں کو رُکنا چاہ رہی تھی مگر نجانے کیوں اُس کی زبان کنگ تھی اور صرف پریشانی میں اُس نے ہاں میں ہی سر ہلا دیا۔زوہیب جان گیا تھا کہ عمارہ کافی پریشان ہے اور اُس نے اُسے دلاسہ دینے کے لیے آہستہ سے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یہ ایک امپورٹینٹ میٹنگ ہے ورنہ میں جانا نہیں چاہ رہا"زوہیب نے عمارہ سے کہا۔عمارہ کی شکل رونے والی ہوگئی تھی اور اگر رُباب درمیان میں نہ بولتی تو اُس نے رو بھی دینا تھا۔

"او بھئی تم دونوں کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔جلدی سے پیو"اب رُباب نے اپنا چہرہ عمارہ کی طرف موڑ لیا۔

"تم نے ہرگز پریشان نہیں ہونا۔آنے والے دِنوں میں دیکھنا سب اچھا ہونے والا ہے"۔

رُباب کی اِس بات پر عمارہ زبردستی مسکرا دی۔

عمارہ کا ویزہ نہیں لگ پایا تھا ورنہ اُس نے رُباب کی جگہ اِس میٹنگ کے لیے زوہیب کے ساتھ جانا تھا۔ رُباب کے پاس چونکہ امریکہ کا ویزہ تھا اور وہ آفس اور بوتیک کے معاملات بھی کافی اچھے انداز میں جانتی تھی۔اِس لیے زوہیب کے ساتھ جا رہی تھی۔دوسرا وہاں سے کچھ سامان لانا بھی تھا اور زوہیب ابھی اِس تمام کام میں زیادہ مہارت نہ رکھتا تھا،اِس لیے اُسے ایسے شخص کی ضرورت تھی جو وہاں جا کے اُس کے ساتھ سب معاملات دیکھ سکے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان افسردہ اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔صرف پاس پڑا لیمپ جل رہا تھا۔ ریحان اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"میں پھر ہار گیا۔ کتنی محنت کی تھی میں نے !!!" اُس کی نظریں آسمان کی طرف ہو گیں۔

"نہ گانا ہٹ ہوا اور اب !! نوکری سے بھی فارغ !!! کیا میں یہ سب چھوڑ دوں ؟؟" ایسے جیسے وہ اب اپنے رب سے کلام کر رہا تھا۔ کتنی ہی دیر ریحان اِس کیفیت سے دوچار رہا۔ وہ خاموشی سے صرف چھت کو گھور رہا تھا۔ اتنے میں اُس کے کمرے کا آدھ کھلا دروازہ پورا کھل گیا اور طیبہ، ریحان کے بستر پر اُس کے قریب آ کے بیٹھ گئی۔

" کیا بات ہے، سوئے کیوں نہیں اب تک؟ طیبہ، ریحان کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے ریحان رو رہا ہے۔

ریحان خاموش رہا، جس پر طیبہ نے دوبارہ پوچھا۔

" کیا پریشانی ہے ریحان !!"

اب کی بار ریحان نے خاموشی توڑ دی۔

"امی آپ اپنی دنیا میں مصروف رہیں اور مجھے اپنی دنیا میں مصروف رہنے دیں۔ آپ کو ہماری کیئر کرنے کی ضرورت نہیں"

" کیا مطلب !! میں جو بھی کر رہی ہوں، وہ تم لوگوں کے لیے کر رہی ہوں" طیبہ نے حیرت اور مایوسی کے ملے جُلے تاثر میں کہا۔ اُسے امید نہ تھی کہ ریحان اُسے ایسا کہے گا۔

"سیریسلی امی۔ ہمیں رضا وقار سے کچھ نہیں چاہیے" ریحان کی اِس بات پر طیبہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

"پہلے نائلہ اور اب تم !!" طیبہ کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"جوس پینا، قوالی نائٹ اور گول گپے کھانا، آفس کا کوئی کام نہیں ہے" ریحان نے آہستہ آواز میں کہا اور اُٹھ کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ نے فیکٹری جاتے ہی رضاوقار کوساری بات کہ ڈالی۔

"اگلی بار چاہے آپ کوکہیں بھی جانا ہو، میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گی۔ میرے بچے بہت حساس ہیں"

"طیبہ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے سامنے کبھی کوئی غلطی کی ہی نہیں ہے، اِس لیے اُنھیں عادت نہیں کہ آپ کی کوئی غلطی برداشت کریں" رضاوقار کرسی کی پشت پر نیم دراز ہوگیا۔

" کیا مطلب !!!آپ نے ہی تو کہا تھا کہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا" طیبہ نے حیریت سے رضاوقار کا منہ تکتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے کہا تھا۔آپ کے بچوں نے نہیں !!اِس لیے آپ اب غلطی کرلیں تا کہ اُنھیں بھی احساس ہو کے درحقیقت غلطی کہتے کِسے ہیں !!"۔ رضاوقار اوپر سے تو بہت پُرسکون نظر آرہا تھا لیکن اصل میں وہ طیبہ کواُس کی اولاد کے خلاف بھڑکا رہا تھا۔

" کیا مطلب !!"طیبہ کو رضاوقار کی بات بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"طیبہ آپ مجھ سے شادی کرلیں !!"

رضاوقار کی اِس بات پر طیبہ بُت بن گئی۔

"آپ کے بچوں کے نزدیک تو یہی آپ کی غلطی ہوگی ناں !!"۔ رضاوقار نے پُرسکون انداز میں کہا۔

طیبہ غصے سے اُٹھ کے جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"آپ کیا چاہتے ہیں کہ میری اولاد مجھ پر ابھی جو شک کرتی ہے، اُس کا وہ شک یقین میں بدل جائے؟"

اُس کے ردِعمل سے رضاوقار جان گیا تھا کہ طیبہ کو یہ بات بہت بُری لگی ہے۔ وہ آگے ہو کے بیٹھ گیا اور اپنی دونوں کہنیاں میز پر جمالیں۔

"دیکھیں طیبہ، میں آپ کا سہارا بننا چاہتا ہوں۔۔۔اور ابھی آپ اپنا کما رہی ہیں کسی پر بوجھ نہیں ہیں تو آپ کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے جس دن آپ اپنے بیٹے یا بیٹی پر dependant ہوگئیں تو آپ کے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ساتھ کیا ہو گا؟اِس بارے میں ضرور سوچیئے گا"۔

"بہت غلط سوچ رہے ہیں آپ رضا وقار۔آپ اپنی سوچ تبدیل کر لیں ورنہ مجھے ریزائن کرنا پڑے گا"

طیبہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی اور فضاء میں دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز گونج گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ، بلال کے ساتھ پاک ٹی ھاوس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تھوڑی سی پریشان تھی تو تھوڑی سی کنفیوز۔ بلال اُسے اپنے گھر والوں کی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ بظاہر تو بلال کی بات سن رہی تھی اور مسکرا بھی رہی تھی لیکن ذہن میں اُس کے، اپنی ماں اور رضاوقار کی ملاقاتیں چل رہی تھیں۔ طیبہ اگر رضاوقار کے ساتھ گھر نہ آئی ہوتی تو شاید نائلہ، ریحان کی بات کو اتنا سنجیدہ نہ لیتی۔

بلال بات کرتے کرتے رُک گیا کیونکہ وہ بات مزاح کی کر رہا تھا لیکن نائلہ کے چہرے پر سنجیدگی تھی اور وہ کئی کھوئی ہوئی تھی۔

" کیا ہوا نائلہ کوئی پریشانی ہے؟" اُس نے نائلہ کے سامنے اپنا ہاتھ لہرا کے پوچھا۔

"نہیں !! کچھ نہیں" نائلہ نے چائے کا کپ اُٹھا کے ایک چُسکی لی۔

" کیا بات رہے تھے تم ؟؟" کپ واپس میز پر رکھ کے نائلہ نے بلال سے پوچھا۔

"میری چھوڑو، تم کہاں کھوئی ہوئی ہو؟؟ سچ بتاو، کیا بات ہے؟" بلال آگے ہو کے بیٹھ گیا اور نائلہ کا چہرہ غور سے دیکھنے لگا جس سے نائلہ تھوڑی کنفیوز ہو گئی۔

اُس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کے بلال کو سارا قصہ سنا دے لیکن پھر یہ سوچ کے رُک گئی کہ بلال کے سامنے اُس کی کیا عزت رہ جائے گی۔

"نہیں کچھ نہیں، پیسوں کا تھوڑا مسلہ تھا." نائلہ نے بلال کو ٹالتے ہوئے کہا۔

"لو !! کتنے پیسوں کی ضرورت تھی ؟"

"نہیں زیادہ نہیں صرف دس ہزار کی۔ پر میں کرلوں گی انتظام" نائلہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بلال کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اُسی وقت بلال نے اپنی جیب سے پیسے نکال کے اُسے زبردستی تھما دیے اِس ڈانٹ کے ساتھ کے اگر اُسے کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی تو وہ اُسے بلا جھجک کہے۔ وہ بلال سے ڈانٹ کھا رہی تھی لیکن دل ہی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

دل میں اُسے اپنی قسمت پر رشک ہو رہا تھا کہ اُسے اتنی محبت اور خیال کرنے والا ساتھ ملا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ گھر آئی تو ریحان خلافِ توقع آج صحن میں بیٹھا ٹی۔وی دیکھ رہا تھا۔ساتھ نائلہ بھی بیٹھی ہوئی تھی جو طیبہ کو دیکھتے ہی اُٹھ کے اپنے کمرے میں چلی گئی پر ریحان کو دیکھ کے طیبہ کو حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی۔طیبہ کو اندر آتا دیکھ کے ریحان نے اُسے سلام کیا۔سلام کا جواب دے کے طیبہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے کچھ کھایا ہے؟" طیبہ نے اپنا بیگ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"جی،ٹوسٹ کھالیا ہے چائے کے ساتھ "ریحان نے ٹی۔وی کے چینلز تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

طیبہ کچھ دیر خاموش رہی۔وہ امید کر رہی تھی کہ ریحان کوئی بات کرئے گا لیکن اُس نے کچھ نہ کہا۔طیبہ نے محسوس کیا کہ ریحان کی شیو کافی بڑھی ہوئی ہے اور اُس کی آنکھوں کے گرد حلقے بھی واضع ہو رہے تھے۔

"ریحان تم نے اپنی حالت دیکھی ہے!! کیوں سارا وقت تم نے اپنے آپ کو گھر میں قید کر رکھا ہے؟"

طیبہ آگے ہو کے بیٹھ گئی تھی۔

" کرتو رہا ہوں نوکری تلاش اور کیا کروں!!" ریحان بیزار ہو گیا تھا۔

"پر کیسے!!! سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہ کے؟"طیبہ کے چہرے پر پریشانی عیاں ہونے لگی۔

"ریحان ناکامیوں کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دو"

"مجھے سمجھ نہیں آتا،گانا میرا ہی چوری ہونا تھا،پھر فلاپ بھی میرا ہی ہونا تھا،چار دن نہیں جا سکا سکول تو نوکری سے باہر،وہ ماریہ اور عمیر !!!!!دندناتے پھر رہے ہیں" ریحان نے ٹی۔وی بند کر کے ریموٹ سائیڈ پر پھینک دیا۔اُس کی شکل رونی ہو گئی تھی۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔آنے والے وقت کے بارے میں سوچو!!"

"آپ میری فکر چھوڑ دیں امی۔آپ اپنی نوکری اور رضا وقار پر فوکس کریں۔کہیں میری فکر میں وہ بھی نہ

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چھوٹ جائے"۔

ریحان کی بات میں رضاوقار کا نام،طیبہ کو اپنی منہ پر ایک طمانچہ لگا۔ایک لمحے کے لیے اُس نے سوچا کہ یا تو وہ کہیں بھاگ جائے یا رضاوقار کے ساتھ نئی زندگی شروع کر دے۔

"اچھا تم بیٹھو میں کچھ بناتی ہوں تمھارے لیے" یہ کہ کے طیبہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور یہ نائلہ کیوں اندر کمرے میں چلی گئی ہے؟ اُسے بھی بُلا لو،وہ بھی آ کے کچھ کھا لے"۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"اُف کتنا کچھ اور میرے منہ پر تھوپو گی؟۔ منہ پر ماسک لگاتی زارا سے نائلہ نے چِڑ کے پوچھا۔
نائلہ، زارا کے گھر آئی ہوئی تھی۔ بلال نے نائلہ کو کہا تھا کہ وہ جلد ہی اپنی والدہ کو اُسکے گھر رشتے کے لیے بھیج رہا ہے۔ بس پھر نائلہ نے مزید خوبصورت نظر آنے کی کوششیش شروع کر دیں۔ اِس سلسلے میں زارا ہی اُس کے کام آ رہی تھی اور نائلہ کو آئے روز کوئی نہ کوئی گھریلو ٹوٹکا بتاتی، جس سے چہرے کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا جا سکے جبکہ آج وہ نائلہ کے منہ پر فیشل کر رہی تھی۔
"بھئی اب آپ کو بلال کی اماں سے ملنا بھی ہے اور خوبصورت بھی نظر آنا ہے تو یہ بکواس تو برداشت کریں ناں اب"۔ زارا نے اُلٹے سیدھے منہ بنا کے کہا۔ جس سے نائلہ مزید چِڑ گئی۔
"تو طعنے کیوں مار رہی ہو!!"۔
"خاموش ہو کے بیٹھو، ماسک لگانے دو!!" زارا نے نائلہ کو تقریباً ڈانٹا اور اُس کے منہ پر ماسک لگانے لگی اور ماسک کی وجہ سے پندرہ منٹ کے اِس وقفے میں دونوں کے جبروں کو تھوڑی بریک ملی۔
"اِس سے تو واقعی منہ پر بہت فرق پڑتا ہے" زارا جب نائلہ کے منہ سے ماسک اُتارنے لگی تو شیشے میں اپنا چہرہ دیکھ کے نائلہ حیران سی رہ گئی۔
"تمھیں اِس لیے بھی لگ رہا ہے کیونکہ تم پہلی بار فیشل کر رہی ہو"۔ زارا، نائلہ کے منہ سے سارا ماسک اُتار چکی تھی۔
"ویسے کب تک بلال تمھارے گھر اپنی امی کو بھیجے گا؟" زارا نے ایک اور کریم نائلہ کے منہ پر لگاتے ہوئے پوچھا۔
"جب اُس کی امی لندن سے واپس آئیں گی"
"اور اُن کی واپسی کب ہے؟ منہ دوسری طرف کرو۔ اُس طرف بھی لگاوں کریم"
"اگلے مہینے کی بیس کو" نائلہ نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"یار نائلہ، بُرا نہ ماننا۔تم کچھ زیادہ ہی نہیں بلال پر ڈیپنڈ کرنے لگی ہو!!ابھی تمھارے ریلیشن کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔" اُس کی اِس بات پر نائلہ مسکرانے لگی۔

" کیا!!مسکرا کیوں رہی ہو؟ منہ کا جغرافیہ ٹھیک رکھو میں کریم لگا رہی ہوں"۔

"جب تمھیں کوئی ملے گا تو میں تم سے پوچھوں گی بلکہ اُس دن تمھیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ کیسا لگتا ہے جب آپ کی کیئر کرنے والا کوئی ہو اور ویسے بھی، میں پیچھے دیکھوں تو کیا ہے!!" نائلہ کی آنکھیں بھر گئیں تھیں، جِسے زارا نے بھی محسوس کیا۔

"یہ ٹاول سے اپنا منہ پونچ لو، n now its done (اور اب یہ ختم ہو گیا)۔نائلہ، زارا سے ٹاول پکڑ کے اپنا منہ پونچنے لگی۔

"نائلہ بلال سے اتنا ہی ایکسپیکٹ کرو کہ بعد میں تم ہرٹ نہ ہو"۔زارا کی اِس بات پر نائلہ اُسے آنکھیں نکال کے دیکھنے لگی۔

اور اُس کے بعد کتنی دیر تک زارا، نائلہ کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہی مگر نائلہ کو بلال کی سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

عمارہ گھر داخل ہوئی ہی تھی کہ اُس کی والدہ نے اُس پر حملہ کر دیا۔

"جلدی سے منہ ہاتھ دھو کے فریش ہو جاو ،سرمد اور اُس کی فیملی آ رہی ہے" عمارہ کی والدہ نے اُس کی بازو پکڑ کے اُسے تقریباً کمرے کی طرف دھکیلا۔

"پر مما، میں کہیں جا رہی ہوں" عمارہ ایک دم سے ہونے والے اِس حملے سے ہربڑا ء گئی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ایک دم سے پڑنے والی پکوانوں کی خوشبو سے اُسے اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی آیا ہوا ہے۔ لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ تیاری سرمد اور اُس کے گھر والوں کے لیے ہو رہی ہے۔

"ابھی تو آئی ہو باہر سے ،اب کہاں جانا ہے؟؟؟ سرمد کی فیملی ہو کے چلی جائے تو جہاں مرضی چلی جانا" یہ کہتے کہتے عمارہ کی والدہ اُسے ،اُس کے کمرے تک لے آئی تھیں اور اُسے یہ حکم دے کے خود وہ کچن میں تیاری دیکھنے چلی گئی۔ والدہ کے جانے کے بعد بد دل ہو کے عمارہ نے الماری کھولی اور وہاں سے ایک میرون ڈوپٹہ، سفید شیفون کی لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ نکال کے استری کرنے لگی۔ اُس کا دھیان کہیں اور تھا اِس لیے کپڑے استری کرتے کرتے اُسے آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ اس دوران پھر زور سے اُس کے کمرے کا دروازہ کُھل گیا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی ؟؟ سرمد اور اُس کے گھر والے آ گئے ہیں۔ پانچ منٹ لگاو اور باہر آو۔" یہ کہ کے عمارہ کی والدہ چلی گئیں۔ عمارہ نے اُن کے جانے کے بعد کمرے کا دروازہ بند کیا اور باتھ روم میں چلی گئی۔

تیار ہو کے عمارہ ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچی تو قہقہوں کی آوازیں باہر تک آ رہی تھی۔ جس سے اُس کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ سب سے ملنے کے بعد وہ ڈرائنگ روم کے سنگل صوفہ پر بیٹھ گئی۔ سرمد کی والدہ ،عمارہ کی والدہ سے کہنے لگی۔

"عمارہ کو بھی یہ خوشی کی خبر سنا دیں" جس سے عمارہ تجسس سے سب کو دیکھنے لگی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"سرمد، پرسوں نیویارک جارہا ہے۔کل ہم کچھ مہمانوں کے ساتھ گھر میں ہی نکاح کی ایک چھوٹی سی تقریب رکھ رہے ہیں تا کہ سرمد جاتے ساتھ تمھارے بھی ویزہ پر کام شروع کر دے۔" عمارہ کی والدہ کی یہ بات خبر کم اور سر پر لگی ضرب زیادہ معلوم ہوئی۔ کچھ دیر تک عمارہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ یہ ایک دم کیا ہوا ہے۔

سرمد اُسے دیکھ کے مسکرا رہا تھا اور اِس وقت وہ عمارہ کو زہر لگ رہا تھا۔ وہ بمشکل پانچ منٹ وہاں بیٹھی اور پھر اپنے کمرے میں آگئی۔ عمارہ کو آج احساس ہوا تھا کہ ایسی صورتِ حال میں زبردستی مسکرانا اور ہنسنا کتنا مشکل کام ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی زوہیب کو کال کرنے لگی۔

عمارہ کال ملا رہی تھی مگر زوہیب کا فون بار بار آف مل رہا تھا۔ اُس نے رُباب کو بھی کال کی مگر اُس کا فون بھی نہ ملا۔ پھر اُسے خیال آیا کے وہ دونوں سفر میں ہونگے۔ عمارہ کا دماغ بند ہونے والا تھا۔ اُس نے سوچا کے وہ ماں کو ابھی بتا دے۔ پھر دل نے کہا کہ ابھی کہیں چلی جائے اور تین چار روز بعد گھر آئے۔ کتنی دیر وہ سوچتی رہی۔ آخر کار اُس کے ذہن میں ایک آئیڈیا آگیا۔ جس سے اُس پر کسی نے شک بھی نہیں کرنا تھا ناراض بھی نہیں ہونا تھا اور کل کا دن بھی ٹل جانا تھا۔ وہ بہت پُرسکون نظر آرہی تھی۔

اُس نے اپنا فون اُٹھایا اور ایک مشہور ریسٹورنٹ سے کھانا منگوایا۔ کال بند کر کے وہ اُٹھی اور چینج کرنے باتھ روم میں چلی گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان پاگل سا ہو گیا تھا۔ اُس نے انٹرنیٹ پر عمیر اور ماریہ کی منگنی کی تصویریں دیکھ لیں تھیں۔ یہی نہیں اب ہر جگہ اُن دونوں اور اُن کی مشہور ویڈیو کے چرچے تھے جو کہ درحقیقت ریحان کا گانا تھا۔ ریحان نے اِس بات کے بعد دو دن تک کچھ بھی نہ کھایا تھا۔

لیکن اب اُس نے کمرے میں بند رہنے کی بجائے سڑکوں پر آوارہ گھومنا شروع کر دیا تھا۔

وہ پاگلوں کی طرح نائلہ اور طیبہ کو بھی بُرا بھلا کہنے لگا تھا۔ یہی نہیں بلکہ بات بات پر طیبہ کو رضا وقار کے طعنے بھی مارنے لگا تھا اور اِس بات نے طیبہ کو پریشان کر دیا تھا۔

ریحان کو ہر چیز بُری لگ رہی تھی۔ رات ساری وہ جاگ کے گزارتا اور پنکھے کو ہی گھورتا رہتا تھا۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ اب کبھی بھی، کچھ بھی اُس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار فیکٹری کا وزٹ کر رہا تھا اور سامنے سے اُس نے طیبہ کو آتا پایا، جس کی شکل کافی بوکھلائی ہوئی تھی اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اِس لیے رضاوقار کو کچھ زیادہ پریشانی نہ ہوئی۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنا ہے"۔ رضاوقار کے قریب آ کے طیبہ نے کہا۔

"خیریت ہے؟" اب رضاوقار کو بھی تھوڑی پریشانی ہونے لگی۔

"ہاں، آپ ابھی میرے ساتھ آفس میں آئیں" طیبہ کی اِس بات پر رضاوقار اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور دونوں کمرے تک آ گئے۔

"میں بہت پریشان ہوں" طیبہ نے کرسی پر بیٹھنے کا بھی انتظار نہ کیا اور بولنے لگی۔ جبکہ رضاوقار جلدی جلدی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں سوچتی تھی کہ بچے جب بڑے ہونگے تو میری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی پر۔۔" طیبہ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

"یہ تو فیکٹ ہے طیبہ!!!" رضاوقار نے اُس کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور طیبہ کی اگلی بات پر وہ اُس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ، رضاوقار کی گاڑی سے اُتری۔ اُس نے اپنے گھر کو غور سے دیکھا۔ اُسے آج کوئی خوف نہ تھا کہ اُس کے بچے اُسے کیا کہیں گے یا دنیا کیا باتیں بنائے گی۔

طیبہ کے دروازہ بجانے پر ریحان نے دروازہ کھولا۔ وہ اِس وقت گھر پر اِس لیے تھا کیونکہ نائلہ گھر پر موجود نہ تھی۔ وہ طیبہ اور رضاوقار کو ایک ساتھ دن دیکھ کے ٹھٹک گیا جبکہ طیبہ کے اندر آنے کی غرض سے اس نے راستہ چھوڑ دیا۔۔

طیبہ نے رضاوقار کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلی گئی۔ رضاوقار بھی گاڑی سے اُتر کے اُس کے پیچھے اندر کو چل دیا۔ ریحان حیرت میں ڈوبا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن اُس پر بم گرتے زیادہ ٹائم نہ لگا۔

"ریحان، یہ میرے شوہر ہیں رضاوقار۔۔۔ تم انھیں جانتے تو ہو ہی" طیبہ نے رضاوقار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پُرسکون انداز میں کہا "اور اب تمھارے پاپا!!۔" ریحان کی زبان گُنگ ہو چکی تھی، وہ بُت بنا کھڑا رہا۔

رضاوقار صحن میں پڑی کُرسی پر بیٹھ گیا تھا اور اِدھر اُدھر نظریں دوہرا کے گھر کا جائزہ لینے لگا۔

طیبہ بھی پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی اور اُس نے اپنی بات آگے بڑھائی۔

"رضا، آئی مین، تمھارے پاپا اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اِن کے گھر شفٹ ہو رہے ہیں کل سے"

"امی آپ کو ایک لمحے بھی کسی بھی چیز کا خیال نہیں آیا!! ہمارا نہیں آیا تو کم از کم ابو کا بھی نہیں؟" ریحان جذباتی ہو گیا۔

"بس کرو ریحان، تم لوگوں نے ہی مجھے مجبور کیا تھا، جب کچھ نہیں تھا تب میں مجرم تھی اور مجھے افسوس ہوتا تھا اب جو بھی کہو، مجھے افسوس نہیں ہو گا" یہ کہہ کے طیبہ اُٹھی۔

"آپ دونوں بیٹھیں میں چائے بناتی ہوں" اور یہ کہہ کچن کی طرف چلی گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"ریحان، ٹیک اِٹ ازی یار!!! تمھاری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے "رضاوقار نے ریحان کو سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔ "تمھاری امی بتا رہی ہیں کہ تم میوزک کرتے ہو!!یار مجھے میوزک بہت پسند ہے۔ میں سٹیٹس میں وہاں کے پاکستانی آرٹسٹز کو ہی پروموٹ کرتا رہا ہوں۔کوئی اچھا سا گانا ہے تو سنا و، میں پرڈوس کرتا ہوں"۔ رضاوقار کو اندازہ تو تھا کہ یہ وقت اِس طرح کی باتیں کرنے کے لیے ہرگز مناسب نہیں پر اُس کے پاس کرنے کے لیے کوئی بات بھی نہ تھی۔

"آپ لگائیں گے میری ویڈیو پر پیسہ؟؟" ریحان نے طنز کیا۔

"ہاں!!اور جہاں مرضی شوٹ کرنا۔امریکہ، یورپ۔۔۔" رضاوقار ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ ریحان غصے میں درمیان میں ہی بول پڑا۔

"آپ اپنے پیسے سے مجھے قائل نہ کریں۔ مجھے آپ کی بھیک نہیں چاہیے"۔

"یہ بھیک نہیں ہے۔ایک باپ ہونے کے ناتے میرا حق ہے"

ریحان کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن طیبہ چائے لے کے آ گئی۔

"امی اب اگر آپ نے شادی کر ہی لی ہے تو کل اپنی رخصتی کی رسم بھی خود ہی ادا کر لیجیے گا۔میری طرف سے تو معذرت ہے "ریحان نے طیبہ پر طنز کیا اور وہ وہی رُک گئی۔

"مجھے اب سمجھ آ گئی ہے طیبہ!! آپ کا اپنی اولاد کو لے کے پریشان ہونا جائز ہے۔ اِن کو آپ کی کوئی قدر نہیں، نہ ہی آپ کی خوشیوں کی!!" رضاوقار نے آنکھیں نکال کے ریحان کو دیکھا اور جیب سے چیک بُک نکالی اور غصے سے چیک لکھنے لگا۔

"میں تمھاری ماں کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں!!جب تمھیں ہوش آ جائے گی ناں!تو نائلہ کو لیکر آ جانا میرے پاس "رضاوقار نے آنکھیں نکالتے ہوئے ریحان کو کہا۔

"اور یہ رقم!! ظاہری سے بات ہے جب ماں ہی گھر نہیں ہو گی تو تمھارے پاس کمائی کہاں سے آئے

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

گی۔۔۔اِس لئے یہ رکھو!!" یہ کہتے ہوئے رضاوقار نے چیک میز پر رکھ دیا۔طیبہ یہ صورتِ حال دیکھ کے گھبرا گئی۔اُسے اندازہ تو تھا کہ ایسا ہوگا لیکن معاملہ اتنا زیادہ خراب ہو جائے گا وہ شاید اُس نے سوچا نہیں تھا۔وہ دل ہی دل میں تھوڑا پچھتانے لگی۔

ریحان نے آگے بڑھ کے رضاوقار کا میز پر رکھا چیک اُٹھا کے پھاڑ دیا۔جس سے رضاوقار کو مزید غصہ آیا لیکن وہ خاموش سی اُٹھا اور طیبہ کا ہاتھ پکڑ کے دروازے کی طرف چل پڑا۔

"جب ماں کا خیال آجائے تو آ کے معافی مانگ لینا اور اپنی ماں کو اپنے ساتھ لے جانا"۔یہ کہ کے رضا وقار اور طیبہ باہر نکل گئے اور دروازہ زور سے بند ہو گیا جبکہ ریحان وہیں اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

چلتی گاڑی میں طیبہ کو ریحان ہی کی فکر ہو رہی تھی۔ وہ بہت زیادہ گھبرا گئی تھی اُسے فکر ہو رہی تھی کہ ریحان کچھ الٹا سیدھا نہ کر بیٹھے۔

"شاید میں نے غلطی کر دی ہے"۔ طیبہ گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"آپ نے کوئی غلطی نہیں کی ہے، جوان خون ہے، سمجھ جائے گا۔" رضا وقار نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا، اُس کا دھیان گاڑی چلانے میں تھا اِس لیے نہ جان پایا کہ طیبہ رو رہی ہے۔

"پتہ نہیں نائلہ کا کیا ردِعمل ہو گا!!"۔

"اوہو، طیبہ کچھ نہیں ہو گا، بچے ہیں۔ تھوڑا غصہ کریں گے۔ جب آپ کی ضرورت پڑے گی تو خود ہی آپ کے پاس بھاگے آئیں گے۔ بند منہ میں اُن کی ضرورتیں پوری کر کر کے آپ نے اُنھیں لاپرواء بنا دیا ہے"۔ رضا وقار اپنی جیت پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔

طیبہ کا دل نہیں مان رہا تھا وہ جانتی تھی کہ اگر اُس نے اپنے بچوں کی ضرورتیں پوری کی ہیں تو اُنھوں نے بھی اُس سے کبھی بلاوجہ کی فرمائشیں نہیں کیں۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ ایک اور طوفان آنے والا ہے اِس لیے میں دُعا کر رہی تھی کہ اُس طوفان کا راستہ بدل جائے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب کچھ دیر تک تو اپنی جگہ سے ہل ہی نہ سکا۔ رُباب کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

زوہیب اور رُباب کے وہم و گمان میں بھی تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

اُسی وقت ہوٹل کی لابی میں زوہیب نے اپنی اور رُباب کے واپسی کے دو ٹکٹس بُک کروائے۔ اُس وقت اُس کی جو حالت تھی وہ خدا جانتا تھا یا وہ خود۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ کچھ دیر حیران اور پریشان کھڑی رہی۔ اُس کا ضبط ٹوٹا جا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی اور کتنی دیر تک آسمان کی طرف دیکھتی رہی پھر اُس نے اپنے گھٹنوں پر سر رکھا اور بہت دیر تک روتی رہی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زارا بھی یہ بات سن کے لاجواب ہوگئی تھی۔

"زارا، اب تو مُحلے والے بھی طرح طرح کی باتیں بنانے لگے ہیں"۔ نائلہ نے نظریں جُھکائیں ہوئی تھیں۔

"یار جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا۔ اب اِس طرح سے آنٹی سے ناراض رہنے کا کوئی فایدہ نہیں ہے۔ تم اور ریحان بھائی اُن کے پاس چلے جاو"۔ زارا نے نائلہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"نہ تو میں اُن کے پاس جانا چاہتی ہوں نہ ہی ریحان بھائی۔ ساری عمر ہم نے صبر کیا اور اب ہم سارا credit اُس رضاوقار کو دے دیں۔ ٹھیک ہے ماما کی لائف ہے وہ گزاریں جیسے گزارنی ہے پر کم از کم ایک بار یہ تو سوچ لیتیں کہ اِس بات کا ہم پر کیا اثر پڑے گا!!" نائلہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

"نائلہ پر!!! اب آگے کی سوچوں، ایسے فضول میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

اتنے میں زارا کا فون بجنے لگا اور اُس نے کال کاٹ دی۔

"اچھا نائلہ، بھائی لینے آگیا ہے پر پلیز تم اپنا اور ریحان بھائی کا خیال رکھو اور اگلی ایگزیمینیشن پر فوکس کرو۔ بلال کے بارے میں سوچو، اُسے بتایا ہے اِس بارے میں"۔ یہ کہتے ہوئے زارا کھڑی ہونے لگی جبکہ نائلہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"چلو سوچتے ہیں اِس بارے میں کہ ابھی اُسے بتانا ٹھیک ہے کہ نہیں" زارا نے نائلہ سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

"پلیز کچھ دیر اور یہاں رُک جاو، تمھارے یہاں آنے مجھے بہت حوصلہ ملا ہے"۔ نائلہ نے التجائیاں نظروں کے ساتھ زارا کو رُکنا چاہا۔

"یار میں رُک تو جاؤں پر سلمان بھائی نے مجھے گھر ڈراپ کر کے کہیں اور جانا ہے"۔

"اچھا" نائلہ نے دھیمی آواز میں مایوسی سے کہا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں تمھیں دروازے تک چھوڑ آتی ہوں" یہ کہتے ہوئے نائلہ، زارا کے ساتھ چل پڑی۔ دروازے پر پہنچ کے زارا اُس کے گلے سے دوبارہ لگی اور پھر گاڑی میں بیٹھنے لگی۔ اِس دوران نائلہ کی پڑوسن پاس سے گزری اور نائلہ نے اُس کی چُبھتی ہوئی نظریں، نظر انداز کرتے ہوئے زارا کو خدا حافظ کے لیے ہاتھ ہلا دیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"عمارہ کے کومے میں جانے کی وجہ کیا ہے۔۔۔اِس بارے میں ابھی ٹیسٹز ہو رہے ہیں، جس کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے"۔زوہیب، ڈاکٹر کے ساتھ عمارہ کے کمرے کی طرف جا رہا تھا اور ڈاکٹر اُسے، عمارہ کے علاج کے بارے میں بتا رہا تھا۔زوہیب کا دل نہیں مان رہا تھا کہ بازار کے کھانے میں ایسا کچھ ہو سکتا ہے جس سے ایک انسان کومے میں چلا جائے۔اُس نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ عمارہ کو دیکھنے کے بعد وہ رُباب کو اُس کے گھر بھیجے گا تا کہ وہ وہاں جا کے اندازہ لگا سکے کہ اصل معاملہ کیا تھا، جس کی وجہ سے عمارہ کی یہ حالت ہوئی۔

عمارہ نے بازار سے کھانا منگوا کے نیند کی دواء کھالی تھی۔اُس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے اُس پر کوئی شک نہیں گزرے گا اور سب کو یہی لگے گا کہ بازار کے کھانے میں کچھ تھا جو عمارہ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ایسے وہ اگلے دن ہسپتال چلی جائے گی اور اُس سے اگلے دن سرمد نیویارک اور زوہیب کے لوٹنے تک سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔اُس نے دواء کھانے کے بعد زوہیب کو میسج کر دیے تھے اور اپنے فون سے زوہیب کو کیے گئے سارے میسجز ڈلیٹ تا کہ کوئی اُس کا فون دیکھے تو حقیقت نہ جان جائے۔پر اُس کی قسمت خراب کہ اُس نے دواء کی مقدار زیادہ لے لی تھی جس سے وہ قومے میں چلی گئی اور ائیر پورٹ پر زوہیب کا فون رش میں کسی نے اُس کی جیب سے نکال لیا تھا۔جس کی وجہ سے عمارہ کے میسجز زوہیب تک پہنچے تو سہی مگر وہ پڑھ نہ سکا اور ساری صورتحال سے انجان رہا۔

کمرے میں داخل ہو کے زوہیب نے عمارہ کو ایک نظر دیکھا اور دوبارہ اُس سے دیکھا نہیں گیا۔اُس نے منہ دوسری طرف کر لیا۔عمارہ کو دیکھ کے ایسا لگا تھا جیسے کوئی برسوں کا بیمار بستر پر پڑا ہو۔ساتھ ہی زوہیب کے ذہن میں خیال آیا کہ شاید کسی نے اُس پر تشدد کیا ہو۔لیکن ڈاکٹر کے مطابق ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔اُس نے نظر بھر کے عمارہ کی طرف دوبارہ دیکھا اور اب اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں نظر آئی۔جسے اُس نے ایسی ہی حالت میں آخری بار دیکھا تھا اور اِس کے ساتھ ہی اُس کے ذہن میں بہت سی بُری

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

سوچیں ڈیرہ ڈالنے لگیں۔زوہیب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔
اتنے میں رُباب بھی پیچھے سے کمرے میں داخل ہوگئی۔وہ بھی عمارہ کو اِس حال میں دیکھ کے حیران تھی۔
کچھ دیر تک دونوں کو سمجھ نہ آیا کہ کیا بات کریں۔
"رُباب تمھیں میں ابھی عمارہ کے گھر ڈراپ کرر ہا ہوں" ۔زوہیب نے خاموشی توڑی اور اُس کی اِس بات پر رُباب نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پھر زوہیب نے اُسے ساری بات سمجھائی۔کچھ دیر وہ دونوں وہاں بیٹھے اور پھر باہر نکل آئے۔اِس دوران زوہیب،عمارہ کا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب نے گاڑی، عمارہ کے گھر کے گیٹ کے آگے روکی۔

"تم جب فری ہو جاؤ تو مجھے فون کر دینا"

رُباب اثبات میں سر ہلاتی گاڑی سے اتر گئی اور زوہیب نے گاڑی موڑ دی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب دُعا مانگنا چاہتا تھا لیکن اُس کے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ وہ اپنی ماں سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن زبان اُس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اُسے آج اپنی زندگی کے وہ دن یاد آرہے تھے جب وہ رو رو کے ماں سے اپنی ضد منوایا کرتا تھا۔ ماں کا ہاتھ سبزی کاٹتے ہوئے زخمی ہوتا تھا تو وہ درد زبان تلے دبائے کام کرتی رہتی تھی۔ اِس دوران وہ اپنی ماں سے پوچھا کرتا تھا کہ آپ کو درد نہیں ہوتی ہے؟؟ آج اُس نے جانا تھا کہ ماں کو درد ہوتی تھی بہت زیادہ ہوتی تھی پر اُس نے کبھی اُسے بتایا ہی نہیں تھا۔ اُسے یاد آرہا تھا کہ وہ سترہ سال پہلے جب ائیر پورٹ جانے کے لیے اپنے باپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا تب بھی ماں کو بہت درد ہوئی تھی لیکن تب بھی اُس نے اپنا درد چُھپا لیا تھا۔۔۔

وہ بہت دیر تک اپنی ماں کی قبر کے پاس بیٹھا رہا اُسے وقت کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ آخر مغرب کی آذان سے وہ اِس کیفیت سے باہر آیا اور اُس نے کھڑے ہو کے دُعا مانگی۔

دُعا مانگ کے وہ قبرستان سے باہر چلا آیا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا اور اُسے ایک دم یاد آیا کہ اُس نے رُباب کو بھی پِک کرنا ہے۔ جلدی سے فون دیکھا تو رُباب کی تین مس کالز آچکی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ نے مایوسی کے عالم میں فون میز پر رکھ دیا۔

"ریحان فون نہیں اُٹھا رہا نہ ہی نائلہ ریسو کرتی ہے۔ رضا مجھے اپنے بچوں کے پاس واپس جانا ہے۔ میں جا کے اُنھیں منالوں گی" طیبہ کی آواز بھاری ہو رہی تھی وہ جب سے رضا وقار کے گھر آئی تھی اُس نے ایک پل بھی چین سے نہیں گزارا تھا۔ رضا وقار نہ اُسے اُس کے بچوں کے پاس جانے دے رہا تھا اور نہ ہی اُس کے بچے اُس کی بات سننے کے لیے تیار تھے۔ آج بھی اُس نے صبح سویرے ناشتے کی میز پر سب سے پہلے نائلہ اور ریحان کو کال کی مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اُس کی کال نہ اُٹھائی۔

"طیبہ آپ بلاوجہ کی پریشان ہو رہی ہیں کچھ دن گزر جانے دیں پھر دیکھنا آپ، کس طرح ریحان اور نائلہ ہمارے پاس آئیں گے۔ کچھ دن دیں اُن دونوں کو ٹھنڈا ہونے میں " رضا وقار نے ڈائننگ ٹیبل پر اخبار بند کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر ایسی ہی بات ہے تو آپ نے مجھے زوہیب سے کیوں چُھپا کے رکھا ہوا ہے؟ آپ بھی اُسے میرے بارے میں بتائیں۔ وہ جب آپ سے ناراض ہوگا اور آپ بھی اِس قرب سے گزریں گے تو پھر میں آپ سے پوچھوں گی" طیبہ جذباتی ہو گئی تھی۔

"طیبہ میں اُسے اِس لیے نہیں بتا رہا کہ وہ آگے ہی عمارہ کو لے کے بہت اپ سیٹ ہے۔ وہ اِس ٹینشن سے نکل جائے تو میں اُسے نہ صرف بتاؤں گا بلکہ آپ سے ملواؤں گا بھی۔ اینڈ آئی نو کہ وہ آپ سے مل کے خوش ہوگا"۔ رضا وقار نے پیار سے طیبہ کو سمجھایا۔

"تو میرے بچوں کو کوئی ٹینشنز نہیں تھیں !!! جو میں نے اُن پر یہ دھما کہ کیا کہ تمھاری ماں اِس عمر میں دوسری شادی کر آئی ہے !!!" طیبہ کو رضا وقار کی یہ بات بہت بُری لگی تھی۔

"او، ہو طیبہ پلیز اب آپ لڑیں مت، پُرسکون رہیں اور ناشتہ کریں، ٹھنڈا ہو رہا ہے" یہ کہتے ہوئے رضا وقار میز سے اُٹھ گیا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اب اِس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ آج

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ کو دوسری بار احساس ہوا کہ اُس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ کتنے ہی مشکل مرحلے اُس نے زندگی کے تنہا لڑتے طے کیے تھے تو اب وہ کیوں کمزور پڑ گئی تھی۔

" کیا میں وقت سے پہلے ہی ہار مان لی یا اپنے مان کو آزمایا ہی نہیں"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" کاش کے میں نے دیر نہ کی ہوتی تو شاید آج عمارہ اِس حال میں نہ ہوتی "زوہیب اپنے آفس کی کھڑکی سے بظاہر تو باہر دیکھ رہا تھا لیکن اُس کا دل اُسے اِس بات پر ملامت کر رہا تھا کہ اُس نے اپنی کُھلی آنکھیں بند کیوں کر رکھی تھیں۔

رُباب اُس کے آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ جب عمارہ کے گھر پہنچی تھی تو اُس وقت اُس کے گھر والے، عمارہ کے کو دیکھنے ہسپتال کے لیے نکلے تھے۔ اِس کے بعد کئی بار رُباب نے عمارہ کی ماں سے فون پر بات کی اور باتوں باتوں میں جاننے کی کوشش کی کہ کیا وجہ ہوئی تھی کہ عمارہ اِس حال کو پہنچی مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہی کیونکہ عمارہ کی ماں، عمارہ کی وجہ سے اِس حالت میں نہیں تھی کہ زیادہ بات کرتی۔ اُسے بار بار دورے پڑ رہے تھے۔ اِس لیے اُس سے رُباب نے بھی زیادہ بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اِدھر آفس میں عمارہ کی وجہ سے دونوں کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ بوتیک کا بھی یہی حال تھا عمارہ کے نہ ہونے کی وجہ سے سارا انظام خراب ہو رہا تھا۔ اِس لیے زوہیب نے رُباب کو یہ ذمہ داری دی کہ وہ اب بوتیک کے معاملات دیکھے اور جلد از جلد اپنی روٹین میں واپس آیا جائے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ صحن میں داخل ہوئی تو حیران رہ گئی۔ اُس کے اپنا بیگ کرسی پر پھینکا اور ریحان کے کمرے میں زور سے داخل ہوئی جو اپنے بستر پر بیٹھا گٹار بجاتا چونک گیا۔

"کیا اب آپ نے ٹی۔ وی بھی بیچ دیا؟" نائلہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں" مختصر سا جواب دے کے ریحان پھر سے آہستہ آہستہ گٹار بجانے لگا۔

"پر کیوں!!! میرے پیسے دو دن میں آنے ہی والے تھے ناں" اب نائلہ کو غصہ بھی آرہا تھا۔

"بل کی آخری تاریخ آج تھی۔ دو دن بعد نہیں، ویسے بھی مجھے تمھارے پیسے نہیں لینے" ریحان پُرسکون انداز میں گٹار بجا رہا تھا۔

"ہاں گھر کے ٹی۔ وی فریج بیچنے ہیں لیکن بہن سے پیسے لیتے ہوئے غیرت جاگ اُٹھی ہے"۔ ریحان کی آخری بات نے نائلہ کے غصے کے مزید ہوا دی تھی۔

"میں لے لوں گا کچھ دنوں تک یہ چیزیں دوبارہ!!"

"کیسے لے لیں گے!! اور پلیز یہ گٹار سائیٹ پر رکھیں، ساری دنیا جان گئی ہے کہ آپ کتنے بڑے راک سٹار ہیں"۔ ریحان سے اپنی ذات پر ہوا حملہ برداشت نہ ہوا اور وہ گٹار زور سے بستر پر پھینک کے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"یار پلیز اب تم میری ناک میں دم مت کرو" اور یہ کہ کے تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔

نائلہ تو اپنا جیب خرچ ایگزیمینیشنز سے حاصل ہونے والی رقم سے پورا کر رہی تھی لیکن ریحان بے روزگار تھا اور جب اُسے پیسوں کی ضرورت پڑ رہی تھی وہ گھر کی کوئی نہ کوئی چیز اونے پونے بھاو میں بیچ رہا تھا۔

لیکن نائلہ کے ساتھ اِس جھڑپ کے بعد اُس کے ذہن میں ایک منصوبہ آگیا تھا

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان آج پھر رضا وقار کے گھر کے باہر گیا۔ اُس کا بہت دل کیا کہ وہ اندر جائے اور اندر جا کے حالات کا جائزہ لے۔ لیکن وہ اپنی ماں کو دیکھ کے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اِس لئے باہر سے دوبارہ گھر واپس چلا آیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب ،عمارہ کا ہاتھ تھام کے بہت دیر بیٹھا رہا۔ وہ آفس کے بعد ہر روز عمارہ کے پاس چلا آتا تھا۔ آفس میں بھی اُس سے کام نہیں ہو پاتا تھا۔ رضا وقار سے بھی اُس کی ملاقات اب آفس میں ہی ہوتی تھی کیونکہ عمارہ کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے بعد سے وہ اُس گھر میں شفٹ ہو گیا تھا جہاں اُس کی ماں نے اپنی ساری زندگی بسر کی تھی۔ زوہیب کو امید تھی کہ وہ ایسا کرنے سے شاید اپنی غیر دانستہ غلطی کا ازالہ کر لے گا۔ اُسے کبھی کبھی لگتا جیسے اُس کے سامنے، اُس کی ماں کا وہ قرب آ رہا ہے، جس میں وہ اُس کے بغیر ایک عرصہ مبتلا رہی تھی۔

جبکہ وہ عمارہ کے پاس بیٹھ کے اُس کے ساتھ وہ تمام باتیں دوہراتا جو دونوں نے ایک دوسرے سے کی تھی۔ اُس کی اِس حالت سے رُباب کو اب تشویش بھی ہو رہی تھی کہ کہیں یہ نہ ہو کہ آنے والے دِنوں میں زوہیب کو کسی سائکولوجِسٹ کی ضرورت پڑ جائے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

بلال محسوس کر رہا تھا کہ نائلہ کافی چُپ چُپ رہنے لگی ہے لیکن وہ جب بھی نائلہ سے پوچھتا تو وہ یہ کہہ کے ٹال دیتی کہ اُس کی طبیعت خراب ہے۔ نائلہ نے بہت بار سوچا کہ وہ بلال کو ساری بات بتا دے شاید وہ اُس کے لیے کچھ کر سکے گا لیکن پھر رُک جاتی کہ وہ کیا سوچے گا!! کہ اِس کا بھائی اپنی زندگی سے بیزار اور ماں اپنی اولاد کو خوار کر گئی ہے۔ گھر کا ماحول تو ختم ہو چکا تھا اور یہ بات نائلہ کو بہت ڈسٹرب کر رہی تھی۔ لیکن وہ بلال کو اپنے پاس جب پاتی تھی تو اُسے سکون آجاتا تھا۔ اُسے یہ مان تھا کہ اُس کی کیئر کرنے والا اُس کے ساتھ ہے۔

پر جب بلال اُسے باتوں باتوں میں بتاتا کہ اُس کی والدہ لندن سے آنے والی ہیں اور پاکستان آ کے اُس کے گھر آئیں گیں تو یہ بات سن کے نائلہ اور بھی فکرمند ہو جاتی تھی کہ بلال کی والدہ پر اُس کے گھر کا کیا امپریشن پڑے گا اور اگر اُنھوں نے اُس کے گھر کے حالات جان کے بلال کو اُس سے شادی سے منع کر دیا تو کیا ہو گا!!!

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار نے طیبہ کے کمرے میں جھانکا، وہ سو چکی تھی۔ اُس نے کمرے کی لائٹ آف کی اور اپنے کمرے میں چلا آیا اور آ کے اپنے بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ وہ اب پریشان ہو رہا تھا کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو آنے والے دِنوں میں کافی مسلہ ہو گا کیونکہ طیبہ مسلسل منٹلی ڈسٹرب تھی، جس کی وجہ سے فیکٹری کی طرف اُس کی کوئی توجہ نہ تھی۔ وہ زوہیب اور عمارہ کے بارے میں بھی بہت اچھی طرح واقف تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے کہ جلد از جلد تمام صورتِ حال پہلے جیسی ہو جائے۔ رضاوقار یہ بھی چاہ رہا تھا کہ طیبہ کے بچے اُس کے پاس آ جائیں تا کہ طیبہ کی دماغی حالت تو ٹھیک ہو اور وہ فیکٹری پر دھیان دے۔ لیکن کیسے!! کیا کیا جائے کہ نائلہ اور ریحان مان جائیں۔ اُس نے رات اِس بارے میں سوچنے کا ارادہ کیا۔

اتنے میں اُسے اپنے کمرے کی کھڑکی سے کسی کے چلنے کی آواز آئی، جس سے بعد دوبارہ سناٹا چھا گیا۔

اِس بات کو رضاوقار نے یہ سوچ کے نظر انداز کیا کہ چوکیدار ہے اور سگار جلا لیا۔

اتنے میں باہر لون سے ہاتھا پائی کی آواز آنے لگی۔ رضاوقار فوراً اُٹھا، اُس نے اپنا سگار ایش ٹرے میں پھینکا اور الماری سے اپنی پستول نکال کے باہر کی طرف بھاگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چوکیدار، ایک چور کو مار رہا ہے جس کا منہ کپڑے میں چُھپا ہوا ہے۔ شور سن کے طیبہ بھی نیند سے ہڑبڑائی ہوئی باہر آ گئی۔ رضاوقار نے بے اختیار ہوائی فائر کیا جس سے چور ڈر گیا۔ چوکیدار نے چور کے منہ سے کپڑا اُتارہ تو وہ کوئی اور نہیں بلکہ ریحان تھا۔

ریحان کو دیکھ کے طیبہ چکرا کے رہ گئی۔ اُسے ذرا امید نہ تھی کہ ریحان کبھی ایسا بھی کرے گا۔ اُس نے ایک نظر ریحان کو اور پھر رضاوقار کو دیکھا۔ رضاوقار نے اپنی جیب سے فون نکالا اور پولیس کو کال ملائی۔

رضاوقار کی فون پر ہوئی بات سن کے طیبہ تڑپ اُٹھی۔

"ریحان!! تم نے کیوں ایسی حرکت کی!!" طیبہ بے اختیار رونے لگی تھی۔

"تم نے میری محنت کا یہ صلہ دیا!!" اُس نے ریحان کا گریبان پکڑ لیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"یہ دو مہینے جیل میں رہے گا تو اِسے احساس ہوگا کہ محنت اور محبت کا صلہ کیسے دیتے ہیں!!" رضاوقار نے طنز کیا۔

"خدا کا واسطہ ہے اِسے جانے دیں" طیبہ نے رضاوقار کے آگے ہاتھ جوڑے اور وہ پھر ریحان کی طرف چلی آئی۔ جس کے بعد تھپڑ کی ایک زوردار آواز فضاء میں گونج گئی۔

"تجھے پیسے چاہیے تھے تو ،تو اپنی ماں سے مانگتا" طیبہ زور سے رو رہی تھی۔

"میری ماں، میری رہی کب تھی جو میں مانگتا" ریحان نے دھیمی آواز میں کہا اور اِس دوران پولیس آ گئی۔

طیبہ، رضاوقار کی منت سماعت کرتی رہی مگر رضاوقار نہ مانا اور پولیس، ریحان کو لے گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

صبح سویرے گیٹ پر دستک ہوئی۔نیند میں ڈوبے ہوئے بلال نے گیٹ کھولاتو سامنے نائلہ کھڑی تھی اُس کے اوسان خطاہوئے ہوئے تھے۔اُسے اِس حال میں دیکھ کے بلال کی نیندا یک دم سے اُڑ گئی تھی۔

"خیر ہے نائلہ اِس وقت تم یہاں"

"ہاں!ا یک منٹ میں اندر آجاوں ذرا؟" نائلہ نے گھر کے اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اندر آنے کا پوچھا۔

"ہاں ہاں sure!!" یہ کہ کے بلال اُسے ڈرائنگ روم تک لے آیا۔جہاں نائلہ نے اپنی ماں کے رضا وقار کے ساتھ شادی کرنے ،گھر میں پیسوں کے ضرورت اور اِس وجہ سے ریحان کے چوری کے کے پکڑے جانے کے بعد جیل جانے تک کا سارا قصہ بلال کو سنایا۔

"بلال تمھارے لنکس بہت اچھے ہیں پلیز چل کے ریحان بھائی کی ضمانت کرادو" نائلہ نے بلال سے التجا کی۔

"ٹھیک ہے تم یہاں رکو، میں چینج کرآوں!!" یہ کہتے ہوئے بلال سے صوفے اُٹھا۔

"تم نے کچھ کھایا ہے؟ کمرے سے باہر جاتا بلال رُک گیا اور اُس نے مُڑ کے نائلہ سے پوچھا۔

"نہیں"

"چلو میں کچھ بھجواتا ہوں" یہ کہ کے بلال باہر جانے لگا۔

"نہیں، مجھے بھوک نہیں!!" نائلہ نے پریشانی سے کہا اور بلال کمرے سے باہر نکل گیا۔

اُس کے جانے کے پانچ منٹ بعد ملازمہ جوس کا گلاس لے آئی ،جو ٹینشن کے مارے بمشکل نائلہ کے حلق سے نیچے اُترا۔اِس دوران نائلہ نے نوٹس کیا کہ ڈرائنگ روم کی مرکزی دیوار پر اُس کے ہاتھ سے پینٹ ہوا بلال کا پوٹریٹ لٹکا ہوا تھا جسے دیکھ کے نائلہ مدہم سا مسکرادی۔تھوڑی ہی دیر میں بلال بھی آگیا اور دونوں پولیس سٹیشن پہنچ گئے۔ جہاں بلال کے صرف کہنے پر ریحان کو چھوڑ دیا گیا۔ریحان بوکھلایا ہوا باہر

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

آیا لیکن نائلہ کو دیکھ کے خوش ہو گیا۔

ریحان نے جیل میں رات بہت قرب میں گزاری تھی۔ اُسے اپنے رویے پر بہت ندامت ہوئی تھی۔ جیل میں داخل ہوتے ہی وہ ماریہ، عمیر، اسد، رضا وقار اور طیبہ کو اپنی اِس حالت کا قصوروار ٹھہرا رہا تھا لیکن فجر کی اذان کانوں میں پڑتے ساتھ ہی اُسے احساس ہوا کہ اصل میں غلط وہ خود ہے، جو اپنی ناکامیوں کو خود سے الگ کرنے کے لیے دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا۔ درحقیقت وہ خود سے دور بھاگ رہا تھا اور اِس طرح کر کے اپنی شناخت کھو رہا تھا۔ اُس نے فجر کی نماز ادا کی اور جائے نماز پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کے رویا۔ اُس نے عزم کیا وہ پڑھائی دوبارہ شروع کرے گا اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے خوابوں کو تکمیل تک پہنچائے گا۔

نائلہ ریحان کے گلے لگ گئی تھی اور اُس نے ریحان کے ساتھ بلال کا تعارف کروایا۔ بلال نے اصرار کیا وہ دونوں کو گھر چھوڑ آئے لیکن ریحان کا کہنا تھا کہ وہ اور نائلہ خود چلے جائیں گے۔ پر نائلہ، بلال کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے اُسے گاڑی تک چھوڑنے آ گئی۔

"بلال، اگر تم نہ ہوتے تو پتہ نہیں ریحان بھائی کو کتنے دن یہاں رہنا پڑتا۔thanks a lot" گاڑی کے باہر کھڑے ہو کے نائلہ نے بلال سے کہا۔

"ارے یار، شکریہ کی بات نہیں۔ ریحان سے کہنا کہ اگلی بار محتاط رہے" بلال کی اِس بات پر نائلہ ہنس پڑی۔

"ریحان بھائی کوئی پروفیشنل چور تھوڑی ہیں جو اگلی بار احتیاط کریں گے"۔

"خیر!! تمھارے پاس میرا نمبر ہے جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک بتانا" بلال نے بے روکھائی کے ساتھ کہا۔ جس سے ہنستی ہوئی نائلہ کی ہنسی یک دم غائب ہو گئی۔

" کیا مطلب، نمبر ہے!!۔۔۔ضرورت ہو تو بتانا" نائلہ تھوڑی پریشان سی ہو گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"دیکھو نائلہ، پلیز دل پر مت لینا اور شاید یہ جگہ مناسب بھی نہیں پر میں تمھیں دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ میں نے سوسائٹی میں موو کرنا ہے، میں تمھارے بارے میں اپنی ممی کو کنونس نہیں کر پاؤں گا، ایم سوری" یہ کہ کے بلال گاڑی میں بیٹھ گیا اور نائلہ وہیں بُت بنی کھڑی رہی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہ بلال ہے جس نے اُس کے ساتھ ہر اچھے بُرے وقت میں ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا اور اب اُسے بیچ راستے میں چھوڑ گیا ہے۔ اُسے لگ رہا تھا کہ بلال نے اُسے بلندی پر لے جا کے دھکا دے دیا ہے۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے کہا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا پر سب کچھ بکھر گیا۔ میں اور میرے بچے آپ کی وجہ سے اِس حال کو پہنچے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ کچھ ٹھیک نہیں کیا ہے۔ میں بھی عریشہ کی طرح اپنے انجام کو پہنچ جاوں گی"۔ طیبہ ٹی۔وی لاونج کے صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی اور رضاوقار اُس کے قریب لان کی جانب کُھلنے والے دروازے کے پاس کھڑا باہر دیکھ رہا تھا اور ساتھ سگار پی رہا تھا۔

"فار گارڈ سیک طیبہ، میں نے جو بھی کیا جان بوجھ کے آپ کو ہرٹ کرنے کے لیے نہیں کیا۔ میں نے تو اِس لیے کیا کہ آپ کے بچے آپ کی وئیلو جانیں اور آپ مجھے ہی قصوروار ٹھہرا رہی ہیں۔ دیکھ لیے ہیں آپ نے اپنے بچوں کے کرتوت !!!۔ جیب میں اُن کے بوٹی کوری نہیں اور ہیرو بنے پھرتے ہیں !!" رضا وقار نے شکایت کرنے کے انداز میں طیبہ کو کہا۔ ٹینشن کے عالم میں رضاوقار کے سگار پینے کی رفتار تیز ہو جایا کرتی تھی اور اب بھی وہ جلدی جلدی میں کش بھر رہا تھا۔

طیبہ کو رضاوقار کی باتیں بُری لگ رہی تھیں کیونکہ جو بھی تھا، جیسے بھی تھا، وہ تھی تو آخر ریحان اور نائلہ کی ماں ہی۔

"جب میں پیسے دے رہا تھا تو آرام سے لے لیتا یا اپنی جو غیرت اُس وقت دیکھائی تھی اُسے قائم رکھتا" اب رضاوقار غصے میں بول رہا تھا اور اب طیبہ کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

"بس کر دیں رضا، میرے بچے ایسے نہیں ہیں۔ حالات جب آپ پر بُرے تھے تو آپ نے بھی بہت غلطیاں کیں۔ یہ عریشہ کا بڑا پن تھا کہ اُس نے آپ کو معاف کر دیا" طیبہ نے روتے ہوئے کہا اور اُس کی اِس بات پر رضاوقار نے اُسے آنکھیں نکال کے دیکھا۔

"آپ پلیز ریحان کی ضمانت کروا دیں"۔

"میں اُس کی ضمانت نہیں کرواں گا" رضاوقار نے منہ دوسری طرف کر کے کہا اور ہاتھ سے ختم ہوتا سگار پاوں میں پھینک کے بجا دیا اور جیب سے نیا سگار نکال کے جلا لیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں آپ کی منت کرتی ہوں" طیبہ اُٹھ کے رضاوقار کے قریب آگئی۔

"پہلے معاملہ آپ تک تھا۔اب مجھ تک پہنچ گیا ہے۔بہتر ہے آپ میری منت نہ کریں"۔رضاوقار کی یہ بات سن کے طیبہ روتے ہوئے چپ ہوگئی۔

"آپ نے ریحان کی ضمانت نہیں کروانی؟؟" طیبہ نے رضاوقار کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں!!" رضاوقار نے سگار کا کش لیا۔

"ٹھیک ہے" یہ کہ کے طیبہ غصے میں رضاوقار کے پاس سے گزر گئی۔طیبہ کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔اگر اُس کے بچے نادان تھے تو کم از کم وہ تو عقل مند تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رُباب اب زوہیب کا کافی خیال رکھنے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زوہیب اب ایک دن چھوڑ کے عمارہ کو دیکھنے ہسپتال جاتا تھا اور آفس پر بھی فوکس کر رہا تھا۔ خاص کر وہ لندن میں اِس کاروبار کو پھیلانے کا سوچنے لگا اور اِس بات سے رُباب کافی خوش تھی۔ لیکن پھر بہت جلد کچھ ایسا ہوا جس کی زوہیب کو امید نہ تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

" کیا میں وجہ جان سکتا ہوں کہ رُباب آفس کیوں چھوڑ کے جا رہی ہے؟ فیکٹری اور بوتیک تو اُجڑے پڑے ہیں ہی تم چاہتے ہو کہ آفس کا نظام بھی درہم برہم ہو جائے؟" رضا وقار نے زوہیب کے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی فائل میز پر پھینک کے کہا۔

"پاپا اگر وہ جا رہی تو اِس میں بہتری ہے" زوہیب جو کہ کچھ لکھ رہا تھا، کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کے پُرسکون انداز میں بیٹھ گیا۔

" کس کی بہتری ہے؟ میرے خیال میں رُباب نے عمارہ کے بعد بوتیک کو بہت اچھے انداز میں سنبھالا ہوا ہے۔" رضا وقار، زوہیب کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"پاپا آپ جانتے ہیں کہ اُس نے مجھے کیا کہا ہے؟!!"

زوہیب کی اِس بات پر رضا وقار کا تجسس بڑھ گیا۔

"اُس نے مجھے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے حالانکہ حالات اُس کے سامنے ہیں۔ وہ عمارہ کی جگہ نہیں لے سکتی پاپا"۔

عمارہ کے قومے میں چلے جانے کے بعد زوہیب بہت اپ سیٹ ہو گیا تھا اور یہاں صرف رُباب ہی تھی جو دونوں کے بہت قریب تھی۔ اُس نے زوہیب کو نارمل کرنے کے لیے بہت محنت کی۔ اُسے بہت توجہ دی پر اِس دوران وہ اُس پر دل ہار بیٹھی۔ وہ عمارہ کے ساتھ مخلص تھی لیکن اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کے اُس نے زوہیب سے کہ دیا کہ وہ اُس سے شادی کرنا چاہتی ہے، ساتھ یہ بھی کہ وہ عمارہ جیسی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن رُباب نے اِس سلسلے میں بہت جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا کیونکہ زوہیب کا دل ابھی بھی عمارہ میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ زوہیب کی طرف سے صاف انکار سن کے رُباب آفس چھوڑ رہی تھی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ وہ زوہیب سے دور چلی جائے گی تو اُسے بھول جائے گی اور وقت کے ساتھ سب نارمل ہو جائے گا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب کی اِس بات سے رضاوقار کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ پھر رضاوقار نے سگار جلایا اور آگے ہو کے بیٹھ گیا۔

"دیکھو بیٹا، عمارہ ایک زندہ لاش کی طرح قومے میں ہے۔ وہ اگر زندگی کی طرف واپس آئی تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ اُس کے گھر والے بھی اُسے اِس قید سے آزاد نہیں کرا رہے کہ اُنھیں امید ہے کہ عمارہ واپس آجائے گی اور تم جانتے ہو کہ ڈاکٹرز نے بھی کہا کہ اِس کے صرف پانچ فیصد ہی چانسس ہیں اور رہی بات رُباب کی تو وہ سمجھ دار ہے۔ اُس کے والد تو کب کے وفات پا گئے تھے اب اُس کے سر پر ماں کا سایہ بھی نہیں رہا ہے۔ میں تمھیں یہی کہوں گا کہ اُس گاڑی کا انتظار نہ کرو، جس کا آگے کوئی سٹیشن ہی نہیں ہے بلکہ اُس گاڑی کو پکڑ لو جو تمھیں تمھاری منزل نہ سہی پر کم از کم منزل کی قریب تو لے جائے نا!!!"۔ رضاوقار کی اِس بات پر زوہیب خاموش ہوگیا۔ اُس کے لیے بہت مشکل تھا عمارہ اور عمارہ کی یادوں سے اپنے آپ کو آزاد کرانہ کیونکہ وہ بہت بُری طرح سے اِس حصار میں پھنس چکا تھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

نائلہ نے دروازہ کھولا تو ٹھٹک گئی کیونکہ اُس کے سامنے طیبہ کھڑی تھی۔ نائلہ نے اُسے اندر آنے کے لیے راستہ دیا۔ طیبہ گھر کے صحن میں آئی، جہاں کی حالت ابتر تھی۔ بہت سی اشیاء منظر سے غائب تھیں، جن میں ٹی۔وی بھی تھا۔ طیبہ نے صحن کی کرسی پر بیٹھ کے اپنا ڈوپٹہ اُتارا۔

"نائلہ ایک گلاس پانی پلا دو" طیبہ کی بات سن کے کچن کے دروازے کے ساتھ جُڑی نائلہ کچن میں چلی گئی جبکہ طیبہ کی آواز سن کے ریحان اپنے کمرے سے صحن میں نکل آیا جسے دیکھ کے طیبہ کو ایسے جیسے سکون آ گیا تھا۔ نائلہ پانی لے آئی اور طیبہ کو تھما کے اُس کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ تینوں خاموش تھے۔ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی چور تھا۔ آخر کار اِس خاموشی کو طیبہ نے توڑا۔

"میں نے ایک نئی جگہ انٹرویو دیا ہے۔ دیکھو کیا بنتا ہے" طیبہ کی اِس بات پر ریحان نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اور رضا وقار!!!" نائلہ سے رہا نہ گیا۔

"میں نے اُس سے خلع لے لی ہے" طیبہ نے پُرسکون انداز میں کہا پر دل ہی دل میں اپنی ندامت پر خود کو ملامت کر رہی تھی۔ طیبہ کی یہ بات سن کے ریحان سٹول پر بیٹھ گیا لیکن اُس نے اپنی نظریں طیبہ اور نائلہ سے چُرا کے رکھیں۔

"ایم سوری امی، آج کے بعد آپ کو کبھی بھی کوئی شکایت نہیں ہو گی" ریحان اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"بیٹا، شکایت اُس وقت ہونے لگتی ہے جب برداشت ختم ہو جائے۔ جو بھی ہوا، اُسے ایک بھول سمجھ کے نظر انداز کرنے کی کوشش کرو" طیبہ سکون سے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہم زندگی میں بعض اوقات اپنی ذات کی بجائے دوسروں پر زیادہ depend کرنے لگتے ہیں اور میرے خیال میں انسان کے گرنے کا عمل اُسی وقت شروع ہو جاتا ہے"۔ نائلہ نے بھی تلخ تجربے کی

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

روشنی میں اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"میں نے بھی آپ کے ساتھ بہت زیادتی کی تھی ماما"۔ نائلہ نے بھی اپنی نظریں جُھکا لیں۔

"ہم سب نے اپنی اپنی جگہ غلطیاں کی ہیں، لیکن اچھی بات یہ ہے کہ ان غلطیوں سے ہم بھٹکے نہیں بلکہ صحیح منزل کی طرف واپس آئے ہیں"۔ طیبہ تپائی کو گھور رہی تھی۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے آنکھ نہیں ملا پا رہے تھے۔

"امی میں اگلے مہینے آرٹس کالج میں اپلائی کر رہا ہوں پلیز میری کامیابی کے لیے دُعا کرنا" یہ کہہ کے ریحان نظریں چُرا کے اُٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ریحان کا نیشنل کالج آف آرٹس میں میوز کالجی میں داخلہ ہو گیا اور اِس دوران اُس نے کئی گانوں کے مقابلوں میں پرفارم بھی کیا۔ جس میں سے وہ ایک مقابلے کا ونر قرار پایا اور اُسے اِس سلسلے میں اُسے ایک گاڑی ملی۔ جب ریحان کو گاڑی ملی تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کیونکہ اُس کی زندگی کا دوسرا خواب پورا ہوا تھا۔ پہلا خواب ہزاروں لوگوں کے سامنے پرفارم کرنا اور اپنی پہچان بنانا تھا۔

اُس نے اسد، عمیر اور ماریہ کو اپنے ذہن سے نکال دیا تھا کیونکہ وہ جب کبھی بھی اُن میں سے کسی کے بارے میں سوچتا تھا تو اُسکا دماغ خراب ہونے لگتا تھا ویسے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے کالج اور میوزک میں بہت زیادہ مصروف ہوتا جا رہا تھا، اِس لئے اب یہ عالم ہو گیا تھا کہ اُسے فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ اپنی زندگی کہ اُن تلخ لمحوں کو یاد کرے۔

اور ایک دن ریحان اپنی دوست بینش کے ساتھ گاڑی پر باہر کھانا کھانے جا رہا تھا تو اُس کی نظریں چلتی گاڑی سے باہر بس سٹاپ پر جم گئی۔ ٹریفک بہت تھا اِس لیے گاڑی کی رفتار کم تھی۔ اُسے دیکھنے میں ایک عورت، ماریہ جیسی لگی۔ جس نے سر پر ایک بڑی سی چادر لی ہوئی تھی، کُھلا سا شلوار قمیض اور پاوں میں بھی ایک معمولی سے چپل، اُس کے دونوں ہاتھوں میں ایک سال کا ایک بچہ سمایا ہوا تھا۔ اتنے میں بس سٹاپ تک پہنچ گئی اور ماریہ اُس بس میں سوار ہو گئی لیکن ریحان کے ذہن میں بہت سے سوالوں نے جنم لینا شروع کر دیا کہ آخر ایسا کیا ہوا کہ ماریہ اس حال کو پہنچ گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

طیبہ کے جانے کے بعد رضاوقار سے فیکٹری صحیح طرح سے سنبھالی نہ گئی۔اُس نے جس کو بھی سپروائزر رکھا اُس کی کارکردگی سے متاثر نہ ہوااور پھر یہ نتیجہ ہوا کہ فیکٹری کے معاملات خراب ہونے لگے۔بہت سے آرڈرز واپس آئے۔

دوسری طرف زوہیب ،رُباب سے جب شادی کے لیے نہ مانا تو وہ بوتیک چھوڑ گئی۔جس سے بوتیک کی پرفارمنس بھی خاصی متاثر ہوئی اوراِس بات کومدِنظر رکھتے ہوئے رضاوقار نے زوہیب پرزور دینا شروع کردیا کہ وہ رُباب سے شادی کرلے۔آخرزوہیب نے بھی ہارمان لی کیونکہ وہ بھی ہسپتال کے چکر لگالگا کے تھک چکا تھااور پھر شادی کے بعدزوہیب صرف چار یاپانچ بار ہی عمارہ کودیکھنے ہسپتال گیا تھا۔ شادی کے بعداُس کی زندگی کی ڈگر بدل گئی تھی اور وہ بہت خوش تھا۔رضاوقار کی بھی جان میں جان آگئی تھی کیونکہ رُباب نے بوتیک اورآفس سنبھال لیا تھالیکن رضاوقار سے فیکٹری نہ سنبھل پائی اورآخر کاراُس کے ایک پروڈکشن ھاوس کھول لیا۔

اورایک دن رضاوقاراپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ انٹرنیٹ پر رنڈم ریسرچ کے دوران اُس کی سماعت سے ایک گانا گزرا۔

اُسے وہ گانا بہت پسندآیا۔گانا سننے کے بعداُس نے ٹیلی فون سے ایک کال ملائی۔

"ہاں ابرار!!میں تمھیں ایک لنک بھیج رہاہوں۔پتہ لگاؤ کہ یہ گانا کس کا ہے؟اور پرسوں اِس بندے کو آفس میٹنگ کے لیے بُلالو۔میں نے ڈرامے کا ٹائٹل سانگ اِس سے بنوانا ہے۔"یہ کہ کے رضاوقار نے فون کا ریسور رکھ دیا اوراُٹھ کے کوٹ پہن کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نائلہ کا طیبہ کے ساتھ رویہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ اُسے بلال کی ہاتھوں بہت بُری چوٹ پڑی تھی۔ جس نے اُس کی زندگی اور زندگی کو دیکھنے کے انداز کو بہت بدل دیا تھا۔ وہ پہلے کی نسبت بہت میچور ہو گئی تھی اور اب ہر چیز کے بارے میں کافی سوچ بچار کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرتی تھی۔

آج نائلہ نے ایک مشہور آرٹ گیلری میں اپنی سولو ایگزیبشن کی۔ ایک سولو آرٹسٹ کی حیثیت سے یہ اُس کے فن پاروں کی پہلی نمائش تھی اِس لیے وہ زندگی کے اِس اہم موقعے پر اپنی ماں، طیبہ کو بھی ساتھ لے کے آئی ہوئی تھی۔

نائلہ کو اِس نمائش کے دوران چار غیر ملکی نمائندے بھی ملے تھے۔ جن میں سے ایک نے اُسے امریکہ میں اپنی آرٹ گیلری میں نمائش کی پیش کش کر دی۔ نائلہ بہت خوش تھی، ابھی وہ اپنے ایک کلائنٹ سے فری ہوئی تھی کہ اُسے پیچھے سے کسی نے ہیلو کہا۔

اُس نے مُڑ کے دیکھا تو بلال تھا۔ پہلے تو نائلہ کے چہرے کے رنگ بدلے پھر اُس نے نارمل ہونے کی کوشش کی۔

"خیریت، آپ آج یہاں!!" نائلہ نے پُرسکون ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ایک بار پھر آفس کو پینٹینگز کی ضرورت پڑی سو میں چلا آیا" بلال نے دونوں ہاتھ جیب میں ڈالے ہوئے تھے۔

"سو کوئی پسند آئی؟"

"ہاں ناں!! تم" بلال نے بہت پُرسکون انداز میں کہا۔ اُس کی اِس بات پر نائلہ نے اُس کا چہرہ دیکھا اور پھر ہنس دی۔

"نائس"

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

"میں مذاق نہیں کر رہا" بلال نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا، جس پر نائلہ نے لمبی سانس بھری۔

" میں پرانے وقت کو دُہرانا نہیں چاہتی" نائلہ کے اتنا کہنے میں طیبہ اُس کے پیچھے آگئی۔

"اوہاں، بائی داوے، میٹ مائی مدر، طیبہ عظیم!!" نائلہ نے اپنے والد عظیم کا نام بہت زور دے کے لیا تھا۔

"اور مامایہ بلال ہیں۔ اکثر اپنے آفس کے لیے مجھ سے پینٹنگ لے کر جاتے ہیں، اِن کی "سپورٹ" کے باعث میں نے بہت کچھ سیکھا ہے"، نائلہ نے لفظ سپورٹ پر بھی کافی زور دیا اور اِس بات کو بلال نے خاصہ محسوس کیا۔

"السلام وعلیکم آنٹی، آپ سے مل کے اچھا لگا، میں چلتا ہوں۔ جلدی میں ہوں، اگلی بار آپ سے ملاقات ہوتی ہے" بلال نے مسکراتے ہوئے طیبہ سے کہا۔

"ٹھنڈے دل سے سوچنا اِس بارے" اور جاتے جاتے نائلہ کو بے چین کرنے کے لیے ایک وار کر گیا۔

" کس بارے میں بات کر رہا ہے؟؟" بلال کے جانے کے بعد طیبہ نے نائلہ سے پوچھا۔

" کچھ نہیں ماما، ایک ڈیل ہے اُس کی بات کر رہا تھا"۔ نائلہ نے جاتے ہوئے بلال کو چبھتی نظروں سے دیکھا۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

رضاوقار اپنے آفس میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا کہ اُس کے کمرے کا دروازہ بجا۔

"یس" رضاوقار نے اخبار دیکھتے ہوئے اندر آنے کا سگنل دیا اور ساتھ ہی اسد کمرے میں داخل ہو گیا۔

رسمی سلام دُعا کے بعد اسد نے کام کی بات شروع کی۔

"سو ہر آپ میرا گانا اپنے ڈرامے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں"۔

"سب سے پہلے تو میں کہنا چاہوں گا میں آپ کا فین بن گیا ہوں آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور خاص کر سنگرز سے گانا گوانے کا فن آپ کو بہت اچھا آتا ہے۔ اور اِس سنگر نے کیا گانا گایا ہے، زبردست ۔۔۔ میں آپ کے گانے "ساون" کی بات کر رہا ہوں اور اِس گانے کو اپنے ڈرامے کے ٹائٹل سانگ کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہوں"۔ رضاوقار کی اِس بات پر اسد بہت خوش ہوا۔

"مجھے تو ئی اعتراض نہیں۔ صرف ایک کانٹریکٹ سائن کرنا ہو گا"۔ اسد نے خوش ہوتے ہوئے کہا اُسے نہیں اندازہ تھا کہ صرف ایک ہی میٹنگ میں اُس کی ڈیل طے پا جائے گی۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے پر، اَس گانے کو ذرا تھوڑا اور سلو گانا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہی سنگر یہ گانا دوبارہ گائے جس نے اِس گانے کو گایا ہے۔ کیونکہ میرا نہیں خیال کے کسی اور کی آواز میں یہ گانا سوٹ کرے گا۔ ویسے اِس گانے کا سنگر کون ہے؟"

"وہ۔۔" اسد تھوڑا ٹھہرا اور پھر دوبارہ بولا۔

"ریحان عظیم" اور پھر جلد ہی رضاوقار کے چہرے سے مسکراہٹ بھی غائب ہو گئی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

زوہیب وارڈ کے باہر بے چینی سے بیٹھا ہوا تھا۔ وارڈ سے نرس باہر آئی۔ زوہیب اُسے دیکھ کے کھڑا ہو گیا۔ نرس نے اُسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور پاس سے گزر گئی۔ تھوڑی دیر بعد وارڈ سے ڈاکٹر باہر آیا اور زوہیب اُس کے ہمراہ وارڈ میں داخل ہو گیا۔ جہاں رُباب بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، اور اُس نے ایک بچہ اپنی آغوش میں بھرا ہوا تھا۔

"ہماری بیٹی"۔ رُباب نے زوہیب کی طرف دیکھ کے مسکرا کے کہا۔

زوہیب نے اپنی بیٹی کو گود میں اُٹھا لیا۔ اُسے اُٹھانے کے بعد زوہیب کی جو فیلینگز تھیں وہ اُسے سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ سوئی ہوئی تھی اور ایک گُڑیا لگ رہی تھی، زوہیب نے اُس کے گال پر تھپکی دی۔

"میں اِس کا نام عمارہ رکھنا چاہتی ہوں!!" رُباب کی اِس بات پر زوہیب ہونق ہو گیا اُسے نہیں سمجھ آ رہا تھا کہ وہ رُباب کی بات کا کیا جواب دے۔

اتنے میں چھوٹی کی آنکھیں کُھل گئیں اور زوہیب اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں دیکھ کے بہت خوش ہو رہا تھا۔ اُسے وہ آنکھیں، آنکھیں کم اور بٹن زیادہ لگ رہے تھے۔

وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ رضا وقار کو کال کر کے یہ خوشی کی خبر سنائے۔ اتنے میں رضا وقار کا فون آ گیا۔ فون سنتے ساتھ ہی زوہیب کے چہرے کی ساری مسکراہٹ غائب ہو گئی اور کچھ دیر کے لیے زوہیب کو سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ کیا کہے۔

کیونکہ عمارہ قومے سے باہر آ گئی تھی۔

Courtesy of www.pdfbooksfree.pk